تاریخ کے
آئینے میں
طلقاءِ مکّہ ــــــ ناصبیت
(فتحِ مکّہ کے موقع پر نبی کریمؐ کے آزاد کردہ)
تالیف
سید محمود الحسن رضوی
ناشر
الحاج سید فتح علی کاظمی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.
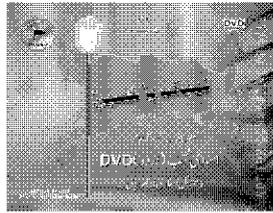
منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

التماس سورۃ فاتحہ

سید انتظار علی زیدی مرحوم
ابن سید خورشید علی مرحوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتب دیوبند کے معتبر عالم اور محدث مولانا عبدالرشید نعمانی نے ایک ناصبی کے استفسار کے جواب میں اپنی معروف کتاب " شہداء کربلا پر افترا اور یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں " اہل سنت کے لئے " لمحہ فکریہ " کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا کہ ۔

" ملک میں ایک تازہ فتنہ " ناصبیت " کا پیدا ہوگیا ہے جس سے اب تک ہندو پاکستان کی سرزمین یکسر پاک تھی اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصہ سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ جس میں عربی مدارس کے بھی بہت سے فارغ التحصیل شامل ہیں اس فتنہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا "

ناصبیت پر تفصیلی بحث کے بعد موصوف نے اپنی متذکرہ کتاب کے صفحہ ۲۰۰ پر تحریر فرمایا کہ :

" محدث ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکواۃ میں حدیث سفینہ نوح کی شرح میں امام رازی کی تفسیر کبیر سے ان کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ یزید پلید نے نہ اہل بیت نبویؑ کی لاج رکھی نہ صحابہؓ کرام کی اس لئے جو اہل سنت کے زمرہ سے خارج ہوکر نواصب کے گروہ شقاوت پژوہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ شوق سے یزید پر اپنی جان نچھاور کرے ، اپنا مال نثار کرے اور اس کی مداحی کو اپنا شعار بنائے ۔

اس کے بعد مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ :

" ان ساری تفصیلات سے اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح

ہو گئی ہے کہ سائیل نے استفتاء میں جو بارہ سوالات قائم کئے ہیں وہ سب واہی تباہی شبہات پر مبنی ہیں ۔ واقعہ میں ان میں کوئی اصل نہیں اور ان سے (خاکم بدھن) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تذلیل اور تحمیق و تجہیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی ۔ اس لئے ایسے امور کو حقائق باور کرنے والا پکا ناصبی ، فاسق اور بدعتی ہے اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور واجب التعزیر ہے ۔ ایسا شخص نہ امامت کے لائق ہے نہ خطابت کے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے "

اس صدی کے ایک اور اہلسنت کے محقق اور شرعی عدالت کے سابق جسٹس ملک غلام علی صاحب نے تحریر فرمایا کہ :

ناصبی اس کو کہتے ہیں جو حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بغض و عناد اپنا جزو ایمان سمجھتا ہو ۔ نصب عربی زبان میں دائمی حسد اور مستقل بغض و عداوت کا دوسرا نام ہے ۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہو ، وہ بلاشبہ نفاق کی زد میں ہے ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی حضرت علیؑ سے صحیح مسلم شریف، کتاب الایمان میں مروی ہے کہ ترجمہ :

> " حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور جان کو پیدا کیا ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ نہیں محبت رکھے گا مجھ سے مگر مومن اور نہیں بغض رکھے گا مجھ سے مگر منافق "

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ :

" حقیقت یہ ہے کہ ناصبیت جدیدہ جسے ہمارے بعض علماء اور اہل مدرسہ تقویت پہنچارہے ہیں ، یہ ناصبیت قدیمہ سے بھی بازی لے گئی ہے ۔ پرانی ناصبیت کے علمبرداروں کی یہ جرات نہیں تھی کہ وہ حضرت علیؑ کی خلافت کے انعقاد کا علی الاعلان انکار کرتے یا ان کی سیرت کو داغدار کر کے پیش کرتے اس لئے وہ بس امیر معاویہ کے فضائل و مناقب میں مبالغہ آمیزی کرنے پر اکتفا کرتے تھے ، چنانچہ شیخ محمد بن احمد اسفرائینی اپنی تصنیف لوامع الانوار البہیہ و سواطع الاسرار الاثریہ میں احمد بن حنبل کے صاحبزادہ عبداللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ترجمہ :

" میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے حضرت علیؑ اور حضرت معاویہ کے متعلق سوال کیا تو کہنے لگے " تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت علیؑ کے دشمن بہت تھے (مقتولین جنگ ہائے بدر ، احد ، خندق ، خیبر ، حنین ، جمل و صفین اور نہروان کی اولاد اور ان کے گروہ کے افراد) انہوں نے حضرت علیؑ میں کوئی نقص تلاش کیا مگر نہ پاسکے تو یہ لوگ ایک ایسے شخص (امیر معاویہ) کی طرف متوجہ ہوئے جس نے حضرت علیؑ سے جنگ و جدال کیا تھا اور ان اعدائے علیؑ نے امیر معاویہ کی تعریف بڑھا چڑھا کر کی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک چال تھی " (لوامع انوار البہیہ الجزالثانی ص ۳۲۹ شیخ محمد اسفرائینی الاثری مطبع دارالاصفہانی جدہ ۱۳۸۰ ہجری) لیکن عہد جدید کے ناصبیوں کا اور ان کے ہمنواؤں کا حال یہ ہے کہ وہ علانیہ حضرت علیؑ کی خلافت کو مشتبہ ، غیر منعقد اور ناکام ثابت کرنے اور انہیں طالب اقتدار اور انہیں شورش پسندوں کا آلہ کار بنا کر دکھانے کی مذموم جسارت کررہے ہیں اور اس کے مقابل نہ صرف حضرت معاویہ کو صلوٰۃ اللہ علیہ ، خلیفۂ راشد اور امام معصوم بنا کر پیش کررہے ہیں بلکہ یزید

مروان اور حکم کو بھی رضی اللہ عنہم و رضوانہ کے زمرہ مبشرہ میں داخل کررہے ہیں "

بین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

(خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ملک غلام علی ص ۴۰، ۴۱ اسلامک پبلکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۹۱ء)

تحفہ اثناء عشری میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے تحریر فرمایا۔

" تاریخ سے قطعی ثابت ہے کہ اہل سنت ہمیشہ نواصب سے مقابلہ کرتے تھے اور ان بدبختوں کی بکواس کا جواب دے کر ان سے پرخاش رکھتے تھے " (ترجمہ تحفہ اثناء عشریہ ص ۵۵۵ ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

مولانا معین الدین صاحب ندوی سیر الصحابہ جلد ششم جس میں امیر معاویہ کا ہر ممکن دفاع کرنے کے باوجود درج ذیل کلمات بے اختیار زبان پر آگئے۔ موصوف اپنی درج بالا کتاب میں امیر معاویہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

" جناب امیر (حضرت علیؑ) کے مقابلہ میں ان (امیر معاویہ) کا صف آرا ہونا، اور اس میں کامیابی کے لئے ہر طرح کے جائز و ناجائز وسائل استعمال کرنا، حضرت حسنؑ سے لڑنا، اسلامی خلافت کو موروثی حکومت میں بدل دینا وغیرہ، ان میں سے ہر واقعہ ان کی ایسی کھلی غلطی ہے جسے کوئی حق پسند مستحسن قرار نہیں دے سکتا۔ خصوصاً یزید کی ولی عہدی سے اسلامی خلافت کی روح ختم ہو گئی اور اسلام میں موروثی بادشاہت کی رسم قائم ہو گئی۔ ان واقعات سے عوام چھوڑ حق پسند خواص کو بھی امیر معاویہ سے بدظن کردیا۔ امیر (معاویہ) کی بدعات میں اسلامی خلافت کو شخصی و

موروثی حکومت بنا دینے کی بدعت تو بے شک نہایت مذموم بدعت تھی جس نے اسلامی خلافت کی روح مردہ کردی (سیر الصحابہ معین الدین ندوی ج ششم ص ۹۳ و ص ۱۲۷) اور (لسان الغیب میں حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے ارشاد فرمایا

بغض حیدرؓ دشمنی مصطفاستؐ
بلکہ آنؑ از جمیع انبیاست

مولانا موصوف نے اپنی اس کتاب میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ :

" ابن عم رسولؐ ، خلیفہ راشد علی مرتضیٰؑ اور امیر شام کا مقابلہ کیا ؟
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

(سیر الصحابہ معین الدین ندوی ص ۹۴ ماخوز از خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص ۶۷ ـ ۶۸)

پاکستان میں ناصبیت کے لاتعداد مبلغین میں سے ایک نام نہاد مسلمین کی جماعت کے امام نے ادراہ مطبوعات اسلامی ۲ \ ۶۳ حسین آباد فیڈرل بی ایریا کراچی سے مختلف عنوانوں پر لاتعداد کتابچے شائع کئے ہیں جن میں ایک کتابچہ کا نام ہے " افسانہ کربلا " اور دوسرے کا " افسانہ حرہ " جبکہ دنیا جانتی ہے کہ امویت اور ناصبیت کے بھیانک چہروں پر ان واقعات کے وہ گہرے داغ اور دھبے ہیں جو آج تک مٹائے نہ مٹ سکے ۔ افسانہ حرہ میں ناشر کے اس اعتراف کے ساتھ کہ اس کا تعلق یزید کے اخلاف میں ہے ۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں " یہ سب روائیتیں ہمارے اسلاف کو بدنام کرنے کے لئے گھڑی گئی ہیں "

ایک عرصے سے واقعہ کربلا کو افسانہ بتانے والے ہر سال ماہ محرم سے قبل اسی قسم کے لاتعداد کتابچہ ، پمفلٹ اور پوسٹر کثیر تعداد میں شائع

کرتے رہے ہیں جن میں یزید اور اس کے خاندان بنی امیہ کی مدح سرائی اور واقعہ کربلا کی نفی یا امام حسین علیہ السلام کے اقدامات میں اشکال پیدا کرکے نہ صرف شیعوں بلکہ اہل سنت کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہرزہ سرائی ہوتی ہے ۔ (حادثہ کربلا کا دینی اور نظریاتی پس منظر ۔ مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی ۔ استاد جواہر لال یونیورسٹی دہلی بھارت) تاکہ حضرت علی علیہ السلام کی ذوالفقار سے مقتول یا زخم خوردہ کفار کے اخلاف اپنے اسلاف یعنی طلقاء مکہ بالخصوص یزید کے چہرے پر خواہ جالی ہی سہی نقاب ڈال سکیں ، جیسے خود یہ حضرات اپنے چہروں پر اہل سنت کی نقاب ڈالے ہوئے ہیں ۔ ناصبیوں کے اسلام اور اہل بیتؑ رسولؐ دشمن رویہ سے حقائق سے واقف مسلمانوں پر اسکا کوئی اثر ہوسکا اور نہ محبان اہلبیت کا یقین شک میں بدل سکا ۔ البتہ بعض مسلمانوں کی معتدل مزاجی میں فرق آتا رہا ہے۔ ناصبیت نے جہلا میں اچھا خاصہ اثر و نفوذ پیدا کرلیا ہے جس کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ تشدد میں اضافہ ہوا اوز جھوٹے پروپیگنڈے اور ماحول سے متاثر ہوکر کچھ سنی مسلمانوں نے تعزیہ داری ترک کرنا شروع کردی ہے تاہم امویت پسند ناصبی اپنی تمامتر پرتشدد کارروایوں کے باوجود نہ کربلا کے حقائق چھپانے میں کامیاب ہوسکے ہیں اور نہ محبان محمدؐ و آل محمدؐ شیعہ سنی مسلمانوں کے دل و دماغ سے نواسہ رسولؐ کی شہادت کی یاد محو کرنے میں ۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ عامتہ المسلمین کربلا میں سبط رسول الثقلینؐ کی شہادت عظمیٰ کو ختمی مرتبتؐ کی شہادت ؓجہری سے تعبیر کرتے ہیں (سرالشہادتین ۔ صاحب تحفہ اثناء عشری مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی جن کے افکار کو بنیاد بناکر مکتب دیوبند قائم ہوا ۔) اس طرح امام حسینؑ کے قاتل حضور

رسالتمآبؐ کے قائل ہیں اور تعزیہ داری نہ صرف امام حسینؑ بلکہ معنوی اعتبار سے رحمت عالمؐ کی شہادت کی یادگار ہے جس کو قائم رکھنا مسلمانوں کا فریضہ ہے ۔ نہ کہ رسم ۔ تاہم کیونکہ حرہ جیسے خونچکاں واقعہ کی یاد نہیں منائی جاتی حالانکہ اس میں لاتعداد اصحابؓ شہید ہوئے جو صحیح معنوں میں مظلومین مدینہ ہیں اس لئے علماء اور تاریخ سے بخوبی واقف افراد کے علاوہ بہت کم مسلمان جانتے ہیں کہ طلقاء مکہ کے سردار ابوسفیان اور جگر خوارہ امیر حمزہؓ ہندہ کے پوتے اور امیر معاویہ اور عیسائی ماں میسونہ کے بیٹے یزید نے ۶۱ ہجری میں کربلا میں رسالتمآبؐ کے نواسے اور ان کے خاندان سے بدر میں حضرت علیؑ و حمزہؓ کی تلوار سے مقتول اپنے کافر اجداد کے بدلے لینے کے بعد ۲۷ ذوی الحج ۶۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں آنحضرتؐ کے انصار و اصحاب بالخصوص رسول اللہ کے نقیب ، میزبان و صحابی رسولؐ سعدؓ بن عبادہ کے قبیلہ خزرج سے جنگ بدر و احد میں اپنے اسلاف کی ہزیمت اور ان کے واصل جہنم کئے جانے کے بڑے ہی بھیانک انداز میں بدلے چکائے واقعہ حرہ میں کامیابی اور اس میں مظالم کی تفصیلات سن کر یزید نے فخریہ یہ شعر پڑھا ۔

لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

ترجمہ ۔ کاش معرکہ بدر کے میرے بزرگ زندہ ہوتے جب نیزوں سے خزرج (انصار مدینہ) کے لوگ چیخ اٹھے (الفتنہ الکبری ترجمہ حضرت علیؑ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں ڈاکٹر طہ حسین مصری ۔ ص ۲۶۸ شائع کردہ نفیس اکیڈیمی کراچی طبع ششم) اور آخر میں ابوسفیان کے پوتے نے رسالتمآبؐ کی فتح مکہ کا بدلہ اس طرح لیا کہ ربیع الاول ۶۴ ہجری مرکز اسلام اور مسلمانوں کے قبلہ خانہ کعبہ کو ڈھایا اور جلایا ۔ جب حضرت حسن

بصریؒ کو ایک مرتبہ یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ جو بنی امیہ کے خلاف خروج کی کسی تحریک میں شریک نہیں ہوتے تو کیا آپ اہل شام یعنی بنی امیہ سے راضی ہیں ؟ جواب میں انہوں نے فرمایا " میں اور اہل شام سے راضی ہوں ؟ خدا ان کا ناس کرے ، کیا وہی نہیں ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کو حلال کر لیا اور تین دن تک اس کے باشندوں کا قتل عام کرتے پھرے ۔ اپنے نبطی اور قبطی (کافر) سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گذرنے کی چھوٹ دیدی اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی حرمت کی ہتک کرنے سے نہ رکے ۔ پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے ، اس پر سنگ باری کی اور اس کو آگ لگائی ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ برا انجام دیکھیں (ابن الاثیر ج ۴ ، ص ۱۷۰ ، خلافت و ملوکیت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۸۳ اسلامک پبلیکشنز لاہور چھٹی اشاعت ۱۹۷۲ء)

پاکستان میں حامیان طلقاء مکہ ، ناصبی اپنے چہروں پر اہل سنت کی نقاب ڈال کر ناموس صحابہ اور مدح صحابہ کے نعروں کے تحت قاتلان آل و اصحاب رسولؐ اور ام المومنینؓ کی مدح سرائی کرتے ہوئے سیاست کاری کرکے شیعہ سنی مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد کے نتیجہ میں معرض وجود میں آنے والی مملکت کی حکومت پر قابض ہوکر رسالتآب کی بجائے طلقاء مکہ کی سنت جاری کرنا چاہتے ہیں اس لئے واقعہ حرہ جس میں بدری اور بیعت رضوان کے صحابیوں میں سے کوئی بھی یزیدی افواج سے نہ بچ سکا افسانہ بناکر تاریخ اسلام کے اس مشہور واقعہ سے انکاری ہیں لہذا ہزاروں کی تعداد میں " افسانہ حرہ " نامی کتابچے تقسیم ہورہے ہیں تاکہ تاریخ سے ناواقف مسلمانوں کو دھوکا دیا جاسکے کہ ان کے محبوب " امیرالمومنین

خلیفتہ المسلمین یزید بن معاویہ " کے واضح احکامات کے تحت مدینتہ النبی میں اصحاب رسولؐ ، تابعین ، قارئین و حفاظ قرآن کا قتل عام نہیں ہوا ۔

اپنے اسلاف طلقاء مکہ کے عشق اور آل رسولؐ کے بغض میں غلطاں و پیچاں رہنے والے ناصبیوں نے اکثر مسلمانوں کے ذہنوں میں جو نماز میں آل رسولؐ پر درود پڑھتے ہیں ، آل محمدؐ کی دشمنی کا خناس داخل کردیا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ یزید کے مذموم کارناموں جن میں نہ آل رسولؐ کی حرمت کا خیال کیا نہ اصحاب رسولؐ کی عزت کا ۔ کربلا برپا کی مدینہ منورہ کو تاراج کیا ۔ مسجد و مرقد ختمی مرتبتؐ اور قبور شیخین حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی بے حرمتی کی اور انتہا یہ کہ مسلمانوں کا قبلہ ، خانہ کعبہ تک اموی ملوکیت کی دنیا طلبی کی بھٹی کی آگ کی چنگاریوں سے نذر آتش ہوگیا ، جھٹلایا جارہا ہے اور " یزید کے دشمن تھا " کا نعرہ لگا کر ان تمام حجازی اصحاب رسولؐ کو برملا برا کہا جارہا ہے جنہوں نے بد نام زمانہ یزید کی مخالفت کی یا اس کی بیعت کا جوا اتار کر پھینک دیا اور اس کے ساتھ جھوٹا دعویٰ کہ " ناموس صحابہ " پر جان دیتے ہیں اور مدح صحابہ کرتے ہیں ۔

اگر ہوا خواہان بنی امیہ ناصبیوں کا تاریخ و روایات کے صحیح اور غلط ہونے کا یہ معیار تسلیم کرلیا جائے کہ جس واقعہ اور روایت سے ان کے اسلاف (بنی امیہ) بدنام ہوتے ہیں وہ گھڑا ہوا افسانہ ہے اور اس معیار کے مطابق واقعات کربلا ، حرہ اور انہدام کعبہ جیسے حقائق جو تاریخ کی ہر مستند کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں اور جن سے آج تک کوئی شیعہ سنی مسلمان انکار نہ کرسکا ، افسانہ قرار پاتے ہیں تو پھر ختمی مرتبتؐ اور ان کے بعد کے دور کے تمام واقعات افسانوں میں شمار ہونے لگیں گے ۔ جس سے مسلمانوں کی تاریخ نہ صرف مشکوک ہوکر ختم ہو جائے گی بلکہ دشمنان

اسلام کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع بھی ملے گا کیونکہ حضورؐ کی مکی زندگی میں کفار مکہ کے خاندانوں میں جس خاندان نے سب سے زیادہ حضور اکرمؐ کی مخالفت کی اور بعد میں اسلام دشمنی کے لئے عملی اقدامات کئے وہ بنی امیہ کا خاندان تھا (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۴۱ پی اے ایف بک کلب) ۔ اگر برائے نام مسلمین کی جماعت کے امام کی طرح ناصبیوں کے اسلاف کی بدنامی کو تاریخی واقعات کے صحیح یا غلط ہونے کا پیمانہ بنایا جائے تو نبی آخر الزماںؐ کے دور کے تمام تبلیغی کارنامے سرایہ اور جہاد افسانے سمجھے جائیں گے کیونکہ اکثر مواقع پر بنی امیہ نے آپؐ کے راستہ میں کانٹے بچھائے اور روڑے اٹکائے ۔ اگر ناصبیوں کی ابلہ فریبی کا یہی انداز برقرار رہنے دیا گیا تو وہ اپنے لامحدود وسائل اور غیر ملکی امداد سے مفت لٹریچر کی اشاعت ، لاتعداد مدرسوں کے فارغ التحصیل طلباء کے ذریعے جمعہ کے خطبوں اور مذہبی تقاریب میں جھوٹے پروپیگنڈہ سے تاریخ اسلام کے زیادہ تر واقعات کو افسانہ قرار دے کر اپنے اسلاف کے چہروں کی طرح اسلام اور اس کی تاریخ کا حلیہ بھی مسخ کردینگے ۔

یہی نہیں بلکہ مسلمین کی نام نہاد جماعت کے امام نے اپنے اسلاف کی دشمنی کو معیار بنا کر جنگ جمل کو معمولی بلوہ قرار دے دیا جب کہ اس میں دس ہزار افراد مارے گئے ہزاروں کے ہاتھ پیر کٹ گئے اور افسانہ جمل نامی کتابچہ بھی تحریر کردیا ۔ کیونکہ اس جنگ میں حضرت علیؑ نے شکست خوردہ دشمنوں کو جن میں صفیہ بنت حارس اور ناصبیوں کا امام مروان بھی تھا اسی طرح معاف کردیا جس طرح ختمی مرتبتؐ نے فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان اور جگر خوارہ ہندہ ان کی اولاد اور دیگر کفار مکہ کو معاف کردیا تھا (حضرت علیؑ طہٰ حسینؒ ص ۶۰ ۔ ۶۱) نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس جنگ

میں مروان بن الحکم نے عشرہ مبشرہ کے صحابی طلحہ کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ یہی قاتل عثمانؓ تھا۔ (طبقات ابن سعد اردو حصہ سوم ص ۲۸۷ طبع سوم نفیس اکیڈمی کراچی)

ان امام صاحب نے " افسانہ صفین " بھی تحریر کیا ہے کیونکہ اس معرکہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے حضرت عمار یاسرؓ اور اویس قرنیؓ جیسی عشاق رسولؐ شخصیتیں شہید ہوئیں اور تقریباً تمامتر بدری اور بیعت رضوان کے صحابہ حضرت علیؑ کے ساتھ شریک جہاد تھے ۔ امیر معاویہ کو شکست فاش ہوئی ۔ عمر بن العاص نے برہنہ ہوکر جان بچائی (مروج الذہب اردو ترجمہ ج دوم ص ۳۲۶ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۵ ء)

اگر ناصبیت کے معیار پر پرکھا جائے تو یہ حقیقت کہ اعلان رسالت کے بعد کفار قریش نے امیر شام کے نانا عتبہ کی قیادت میں متحد ہوکر بار بار مومن قریش حضرت ابو طالب سے سرکار دو عالمؐ کی شکایت کی (سیرت النبی ج اول ص ۱۴۳) اور جب جناب ابو طالب نے ختمی مرتبتؐ کی حمایت سے ہاتھ اٹھانے سے انکار کر دیا تو بنی امیہ ہی کی قیادت میں کفار قریش نے حضور اکرمؐ اور ان کے حامیوں کے خلاف عہد و پیمان کیا کہ " کوئی شخص بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے نہ نکاح کرے اور نہ ان کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور نہ ان کی ساتھ مجالست کرے اور نہ دنیاوی معاملہ کرے (ابن خلدون جلد اول ص ۵۰ ۔ نفیس اکیڈمی کراچی سیرت النبی ج اول ص ۱۵۹) ۔ اس طرح بنی ہاشم شعب ابو طالب میں محصور ہوگئے اور مسلسل تین سال اس حصار میں بسر کی ۔ یہ زمانہ اس قدر سخت گذرا کہ اکثر طلح کے پتے کھاکر گذارا کرنا پڑتا ۔ بچے بھوک سے بلکتے تھے ۔ ان کی آوازیں دور دور سنائی دیتی تھیں لیکن دیگر صحابہ تو درکنار قریش کے مختلف

خاندانوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے والے معروف صحابہ نے بھی نہ آنحضرتؐ کے لئے کبھی کوئی امداد فراہم کرنے کی کوشش کی نہ رابطہ کیا اصحاب کبار آپؐ کی زیارت سے بھی محروم رہے اس طرح سرکار دو عالم کے اعلان رسالت سے رحلت تک کے ۲۳ برسوں میں سے ۲۰ سال سے زیادہ صحبت رسولؐ کا کوئی بھی غیر بنی ہاشم دعویٰ نہیں کرسکتا ۔ اس طویل دورانیہ میں بنی ہاشم نے بے پناہ مصیبتیں جھیلیں حتیٰ کہ بقول ڈاکٹر حمید اللہ اس محاصرہ کی سختیوں اور فاقہ کشی سے متعدد مسلمان (بنی ہاشم) شہید بھی ہوئے اور ایسی تکالیف اٹھائیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۵۶ پی اے ایف بک کلب اور خطبات بھاولپور ص ۳۶۲ ادارہ تحقیقات اسلامی الجامعۃ الاسلامیہ العالمیہ اسلام آباد) رسالتمآبؐ اور ان کے خاندان کی ایذا رسانی کی ابتداء کے ذمہ دار ناصبیوں کے اسلاف تھے نیز اس واقعہ سے اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ امویوں کو اسلام سے کہیں زیادہ رسولؐ اور خاندان رسولؐ سے دشمنی تھی جبھی تو صرف بنی ہاشم کا مقاطعہ ہوا اور قریش کے دوسرے خاندانوں کے مسلمان اس دوران مکہ میں آزادی سے بخیرو عافیت عیش و عشرت کی زندگی گذراتے رہے کیونکہ اس واقعہ سے بنی امیہ کی انتہا درجہ کی ظالمانہ ذہنیت اور حضرت علیؑ اور ان کے والد گرامی جناب ابو طالب کی فداکاری کا اظہار ہوتا ہے اس لئے کیا اس واقعہ کا شمار بھی افسانوں میں ہوگا ؟

کیا وہ تمام واقعات جن میں قبل از ہجرت بنی امیہ اور ان کے حلیفوں نے سرکار ختمی مرتبت پر بے پناہ ظلم ڈھائے مثلاً حالت نماز میں سرکار دو عالمؐ پر اونٹ کی اوجھ ڈالنے والا عتبہ بن ابی معیط اموی تھا جو سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن تھا (سیرت النبی

جلد اول ص ۱۴۱ پی اے ایف بک کلب) اس لئے امویت پسند ناصبی اس واقعہ سے انکار کرکے کیا اسے بھی افسانہ قرار دیدینگے ؟

تاریخ اسلام کے اس اہم ترین واقعہ سے کہ کفار قریش نے امیر معاویہ کے نانا عتبہ اور باپ ابوسفیان کی سربراہی میں فیصلہ کیا کہ کفار قریش کے تمام خاندانوں کے نمائندہ سراج منیرؐ کو قتل کردیں تاکہ بنی ہاشم کسی ایک خاندان سے بدلہ نہ لے سکیں جس کے نتیجہ میں ہجرت عمل میں آئی اور فاتح بدر و حنین ، خیبر و خندق سرکار ختمی مرتبتؐ کے بستر پر جو اس رات قتل گاہ تھا فرش گل سمجھ کر سوئے اور بعد میں تین دن قریش کے خونخوار دشمنان اسلام کے نرغے میں اکیلے رہ کر نیابت رسولؐ کے فرائض انجام دیتے ہوئے حضورؐ کے پاس رکھی ہوئی کفار کی امانتیں واپس کیں (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۷۰ پی اے ایف بک کلب رسولؐ رحمت مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱۸۱) انکار کرکے اسے بھی افسانہ قرار دے دیدینگے کیونکہ اس سے ناصبیوں کے اسلاف اور ان کے ممدوحین کی تنقیص اور حضرت علیؑ کی وہ فضیلت واضح ہوتی ہے جسے دیکھ کر فرشتے بھی عش عش کر اٹھے کیونکہ حضورؐ نے اس خطرناک مرحلہ پر سن رسیدہ اور بعد میں مشہور کئے گئے بہادر صحابہ میں سے کسی کو بھی اس لائق نہ سمجھا کہ وہ آپؐ کی جگہ قتل گاہ پر سو جاتا اور آپ کی امانتوں کا امین بن جاتا سوائے اپنے بھائی ولی و وصی علی ابن طالبؑ کے جو اس وقت ۱۰ برس کے نوجوان تھے ۔

کیا جنگ بدر کے واقعات کا بھی کربلا ، حرہ جنگ جمل اور صفین کی طرح افسانوں میں شمار ہوگا کیونکہ اس غزوہ (جنگ) میں کفار قریش کا سالار لشکر امیر شام کا نانا عتبہ بن ربیعہ تھا جو اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید

کو ساتھ لے کر مسلمانوں سے مبارز طلب ہوا اور جب انصار مدینہ کے جوانوں کے علاوہ مکہ کے کسی غیر بنی ہاشم ، قریشی مہاجر صحابی نے ان کے چیلنج کا جواب نہ دیا تو حضورِ اکرمؐ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ اور عبیدہؓ بن عبدالمطلب اور بھائی حضرت علی ابن ابو طالبؑ سے کہا کہ ان سر پھروں کا جواب دو لہذا شعب ابو طالب کے کچھار کے شیروں نے ان تینوں کافروں کو واصل جہنم کیا۔ حضرت عبیدہ بن عبدالمطلب نے زخمی ہونے کے بعد کہا کہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ان کے اس شعر کا صحیح مصداق میں ہوں ترجمہ :

" تاوقتیکہ ہم اسؐ کی حمایت میں قتل نہ ہو جائیں اور اپنے اہل و عیال کو بھول نہ جائیں ہم کبھی اسے بے یارو مددگار نہیں چھوڑینگے (تاریخ طبری جلد اول ص ۱۷۹ نفیس اکیڈیمی کراچی طبع ششم ۱۹۸۷ء سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۹۹ پی اے ایف بک کلب)

اس جنگ میں کفار قریش کے ۷۰ نمایاں تاج و افسر قتل ہوئے جن میں ۳۶ کو حضرت علیؑ کی تلوار خارہ شگاف نے قتل کیا ۔ کفار قریش کے مقتولین میں امیر معاویہ کے دیگر رشتہ داروں کے علاوہ اس کا بھائی حنظلہ بھی تھا (خطبات بھاولپور ۔ ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۳۷ ادراہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد) جن کے قتل کئے جانے کا ہندہ نے نہ صرف حضورؐ کو گستاخانہ طعنہ دیا بلکہ یزید کی دادی نے اس وقت جب وہ فتح مکہ کے بعد منہ چھپا کر سرکار ختمی مرتبتؐ کے سامنے بیعت کرنے آئی تو گستاخی کی اور آئندہ کے لئے چیلنج بھی کیا (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۳۰۹ پی اے ایف بک کلب) " جنگ بدر کے واقعہ کو امام احمد بن حنبل نے مسند میں ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ، ابن جریر نے تاریخ میں اور بیہقی

نے دلائل میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس کے راوی معرکہ بدر کے ہیرو علی ابن طالبؑ تھے " (سیرت النبی جلد اول ص ۲۱۵) جنگ بدر میں زیادہ تر شہدا کا تعلق انصار مدینہ سے تھا (رسول رحمت ص ۲۸۲)

بدر کا انتقام لینے کے لیئے جب یزید کے دادا ابوسفیان نے لشکر خونخوار کے ساتھ مدینتہ النبی پر حملہ کیا جس میں خالد بن ولید ، عمر بن العاص اور عکرمہ بن ابو جہل پیش پیش تھے اور یزید کی دادی ہندہ درج بالا افراد کی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ گاتی بجاتی کفار قریش کو جوش دلاتی آئی (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۲۲۵ ۔ رسول رحمت ۔ مولانا ابوالکلام آزاد ص ۳۰۱) وادی احد میں جنگ ہوئی بڑے بڑے اصحاب رسولؐ میدان چھوڑ گئے " حضرت عمرؓ نے مایوس ہوکر ہتھیار پھینک دیئے " (اردو ترجمہ تاریخ طبری جلد اول ص ۲۴۱ ، ۲۳۹ سیرت النبی ج اوّل ص ۲۲۹) حضور کے چچا حضرت حمزہؓ کو وحشی غلام نے ہندہ جگر خوارہ سے طے شدہ معاہدہ کے تحت دھوکے سے شہید کیا۔ اس جنگ میں حضور اکرمؐ زخمی ہوئے اور آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے یزید کی دادی ہندہ نے رسول اکرمؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کے ناک کان کاٹے دوسری عورتوں نے بھی شہداء کے اعضاء کاٹے اور گلے کے ہار بنائے ہندہ نے اسد رسولؐ حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکال کر چبایا اور امیر معاویہ کے باپ ابوسفیان نے جو حضرت حمزہؓ کی زندگی میں ان کے مدمقابل ہونے کی جرات نہ کرسکا ۔ آپؓ کی شہادت کے بعد لاش پر نیزے کے وار کئے اور جبڑے میں نیزے کی انی چبھا کر کہا کہ " لے اس کا مزہ چکھ " (ابن خلدون ج اول ص ۱۰۲ اور تاریخ طبری ج اول ص ۲۴۳ ۔ ۲۴۲) بقول مشہور مورخ

محمد بن اسحق • جنگ احد میں صرف حضرت علیؑ کے صبرو استقلال نے اسلام کا بچاؤ کیا ورنہ شکست میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی • اس جنگ میں جب حضرت علیؑ نے ابوسفیانی مشرکین کے تمام علمبرداروں کو تہ تیغ کر دیا اور دشمن منتشر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا بے شک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں ، جبریل نے کہا کہ میں آپ دونوں کا تیسرا ہوں نیز صحابہ نے یہ آواز سنی لافتیٰ الاعلی لاسیف الاذوالفقار (تاریخ طبری ج اول ص ۲۳۴) اس جنگ میں بھی ذوالفقار علیؑ سے ابوسفیان کے ساتھی ۲۱ کفار قریش واصل جہنم ہوئے ۔ جب ختمی مرتبتؐ زخمی ہوئے ، تو آپؐ کے لئے حضرت علیؑ پانی لائے اور خاتون جنت نے مدینہ سے آکر مرہم پٹی کی۔ قریب موجود کسی دوسرے مرد یا عورت نے اپنے رسولؐ کی یہ خدمت انجام نہ دی ۔ کیا جنگ احد کے واقعات کو بھی افسانہ بناکر اس کی اہمیت کم کی جائے گی کیونکہ اس جنگ میں ابوسفیانی لشکر جس کے سالاروں میں خالد بن ولید ، عمر بن العاص اور عکرمہ بن ابو جہل جیسے افراد موجود تھے جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں مانعین زکواۃ اور مرتدین (جو حضور اکرمؐ کے عہد میں مسلمان اور صحابی تھے) کا قتل عام کرتے نظر آتے ہیں اور فاتح شام و مصر ہیں ۔ اس جنگ میں بھی کفار قریش کا اگر کسی نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تو وہ حضرت علیؑ ہی کی ذات والا صفات تھی جن کے مناقب سے ناصبیوں کو بغض للہی ہے نیز اس معرکہ میں امویوں کے محبوب شہزادے یزید کے دادا اور دادی کے حضرت حمزہؓ کی لاش پر نیزہ مارنے اور کلیجہ چبانے جیسے کمینے انداز کا تذکرہ ہوتا ہے اس لئے اس غزوہ کے واقعات بھی افسانے قرار پائینگے ۔ ابوسفیان کا یہ وہ خاندانی طرز عمل تھا جس کی نقل اس کے پوتے یزید نے بھرے دربار میں امیر حمزہؓ کے رشتہ کے پوتے امام

حسینؑ کے کٹے ہوئے سر کے دندان مبارک پر نیزے کی بجائے چھڑی مار کر کی ۔ ربع صدی قبل مصر اور لبنان کے مسلم اداروں کے علماء کی تصدیق کے بعد ایک انگریزی فلم MESSAGE بنائی گئی جس میں حضرت بلال حبشیؓ کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے مراتب کی بلندی دکھائی گئی ہے کہ سرکار دو عالم نے غلام و آقا کا فرق مٹا کر اخلاص عمل کو اہمیت دی لیکن اس فلم میں چونکہ جنگ بدر و احد بھی دکھائی گئ ہے جس کے دیکھنے سے ناصبیت کے محبوبین کی منقصت ہوتی ہے لہذا پاکستان کے سینما گھروں میں دکھائے جانے سے پہلے ہی ہنگامہ کھڑا کردیا گیا کہ اس فلم کے دیکھنے سے ابوسفیان ، ہندہ اور وحشی جیسے صحابی اور صحابیہ کے متعلق ناظرین کی رائے خراب ہو جائے گی لہذا حکومت نے ناصبیت سے متاثر ہوکر اسی فلم پر پابندی لگا دی حالانکہ یہ آج بھی آسانی سے ویڈیو کی دوکانوں پر مل جاتی ہے ۔ اس جنگ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ۱۰۸ مسلمان شہداء میں سے ۵ مہاجرین ۹۰ انصار اور ۱۳ متفرق صحابہ تھے (رسول رحمت ص ۳۱۴)

اس کے بعد جنگ احزاب (خندق) جس میں ابوسفیان کی سربراہی میں تمام عرب قبائل اسلام کے خلاف معاہدہ کرکے سمٹ آئے ۔ مدینتہ النبی پر حملہ کی اطلاع پر حضور اکرمؐ نے حضرت سلمانؓ فارسی کے مشورہ سے تین دن کے فاقوں سے پیٹ پر پتھر باندھ کر مسلمانوں کے ساتھ شہر کے گرد خندق کھودی ۔ دشمن کی حملہ آور افواج قاہرہ کے مقابلہ میں تقریباً ایک ماہ تک محصور رہے ۔ اس دوران حضورؐ کے اصحاب اتنے خوف زدہ تھے کہ کوئی حصار سے باہر نکل کر دشمن کی خبر تک لانے کو تیار نہ ہوا ۔ " مسلمانوں کی آنکھیں ڈگنے لگیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگا " (سورہ احزاب ۱۰

۱۱) کچھ روایتوں کے مطابق حضورؐ کی متصل چار نمازیں قضا ہوئیں (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول ص ۲۵۸ پی اے ایف بک کلب) خندق کے اطراف سے مسلسل پتھروں اور تیروں کی اتنی شدید بارش ہوتی رہی کہ اپنی جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا۔ اپنی اپنی باری پر خالد بن ولید، عمر بن العاص، عکرمہ بن ابو جہل ضرار بن الخطاب اپنا اپنا رسالہ لے کر حملہ آور ہوئے مگر خندق عبور نہ کرسکے۔ ایک دن کفار نے وہ حصہ تلاش کر ہی لیا جسے بالارادہ یا اتفاقاً کچھ اصحاب نے کم چوڑا کھودا تھا وہاں سے حضرت عمرؓ کے بھائی ضرار بن الخطاب، جبیرہ، نوفل اور عمرو ابن عبدود نے خندق عبور کرکے مبارز طلبی کی لیکن خوف زدہ اصحاب رسولؐ میں سے کسی نے کفار مکہ کے سردار عمر بن عبدود کے چیلنج کا جواب نہ دیا۔ بار بار ایک حضرت علیؑ ہی کی صدا تھی کہ "مجھے اجازت دیں میں اس کتے کا سر قلم کرکے لاتا ہوں" بالاخر جب کوئی دوسرا اس کے مد مقابل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوا تو حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اجازت دی اور آپؑ نے اس موذی کو واصل جہنم کیا، اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کیا البتہ ضرار بن الخطاب بچ کر بھاگ گیا (تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۱۲۱ تاریخ طبری جلد اول ص ۲۸۵ اور سیرت النبی، شبلی نعمانی ج اول ص ۲۵۷ - ۲۵۸)

"جنگ خندق کے متعلق اس امر پر تمام مورخین کو اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ کے سوا کسی دوسرے صحابی کی تلوار نیام سے باہر نہ آئی آپ نے عرب کے مشہور بہادر عمرو بن عبدود جیسے شہسوار کو جو جوانی میں ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا قتل کرکے کفار کے دل ہلا دیئے" (مکتوبات حضرت علیؑ حکیم نبی احمد خاں رامپوری ص ۲۱) قاموس میں لکھا ہے کہ: حضرت علیؑ کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں جس کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ کی پیشانی

پر دو زخموں کے نشان تھے ایک عمرو کے ہاتھ کا اور ایک ابن ملجم کا (سیرت النبی ج اول ص ۲۵۸ رسولؐ رحمت ص ۳۴۴) کیا تاریخ اسلام کے اس مشہور واقعہ کو جس میں کل ایمان نے کل کفر کو شکست دی اور احزاب کے حملہ کو ناکام بنایا جس میں عرب کے تمام کافر قبائل نے یہود مدینہ سے معاہدہ کرکے ابوسفیان کی سربراہی میں اسلام اور نبی اکرمؐ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے آخری بھرپور حملہ کیا تھا ، واقعہ کربلا ، حرہ جمل و صفین کی طرح افسانوں میں شمار کرکے اس کی اہمیت کم کی جائے گی ؟ کیونکہ اس حملہ کا سالار اعظم امیر معاویہ کا باپ اور یزید کا دادا ابوسفیان تھا جس کی زیر کمان ناصبیوں کی دیگر محبوب شخصیات بھی تھیں جنہیں حضرت علیؑ نے اس طرح بدترین شکست سے دو چار کیا کہ وہ آئندہ نظر اٹھا کر بھی مدینہ کی طرف نہ دیکھ سکے بنو امیہ کو یہ آخری ہزیمت بھی صرف اور صرف حضرت علیؑ کی وجہ سے ہوئی کہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکے اور مدینتہ النبی ان کی دستبرد سے ۶۳ ہجری تک محفوظ ہوگیا ؟ جنگ خندق کے واقعہ سے بھی ناصبیوں کی محبوب شخصیتوں کی اسلام دشمنی اور بے عزتی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے ۔ اس جنگ میں حضرت علیؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل قرار پائی ہے اس لئے اس جہاد کے واقعات کی ناصبیوں کی نظر میں ایک افسانہ سے زیادہ اہمیت کیسے ہوسکتی ہے ؟ اور اسی لئے موجودہ ناصبی اپنی مستند کتابوں سے قطع نظر کرکے کفار قریش کی شکست فاش اور میدان چھوڑ کر بھاگ جانے کی وجہ محض آندھی و طوفان کو بتاکر ناصبی دور کی مسخ شدہ تاریخ کو مزید مسخ کرنے کی کوششوں میں مبتلا ہیں ۔

فتح مکہ کے موقع پر سپر انداز ہوتے وقت یا بقول قطب شہید استسلام کرتے وقت ابوسفیان نے بہ حالت مجبوری خدا کی خدائی کا تو ضرور

اقرار کیا لیکن ساتھ ہی حضور ختمی مرتبتؐ کی رسالت پر برملا شبہ کا اظہار بھی کیا طٰحہٰ حسین نے تحریر کیا کہ جب ابوسفیان سے یہ شہادت طلب کی گئی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو اس نے کہا کہ اس بارے میں میرا دل صاف نہیں ہے نیز بقول علامہ شبلی نعمانی اس وقت ان (ابوسفیان) کا ایماں متزلزل تھا (سیرت النبی ج اول ص ۳۰۵ پی اے ایف بک کلب حضرت علی طحہ حسین ص ۲۶ ، رسول رحمت ابوالکلام آزاد ص ۴۳۴) لیکن یہ نہیں بتاتے کہ ان کا شک ، ایمان میں کب تبدیل ہوا ۔ اس موقع پر ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ " تیرا بھتیجا تو واقعی بادشاہ بن گیا " (خطبات بھاولپور ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۵۴) اسی حسد میں بنی امیہ نے وہ طریقے اختیار کئے کہ بالاخر اسلام میں بادشاہی قائم ہوکر رہی ۔ جب کفار قریش کے آزاد کئے جانے اور ان کے لئے عام معافی کا اعلان ہوگیا جس کی وجہ سے وہ طلقاء مکہ کہلائے اور امیر معاویہ کی ماں کو جب ابوسفیان نے یہ اطلاع دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مقابلہ ناممکن ہے تو رسالتمآبؐ کی ازلی دشمن حضرت امیر حمزہؓ کی جگر خوارہ نے بھڑک کر اپنے شوہر ابوسفیان کی داڑھی پکڑی اور طمانچہ مار کر کہا " یہ تیری بزدلی ہے " اور مونچھ پکڑ کر چلائی کہ اے بنی کنانہ اسؑ کم بخت کو قتل کر دو (خطبات بھاولپور ۔ ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۵۴ رسول رحمت ص ۴۳۵) امیر معاویہ اسی کا بیٹا اور یزید اس کا پوتا تھا ۔ جب مردوں کی بیعت کے بعد عورتوں کی باری آئی تو امیر معاویہ کی ماں اپنی ناقابل معافی خطاؤں کے پیش نظر اپنا مکروہ چہرہ چھپا کر آنحضرت کے سامنے بیعت کرنے آئی اور مخبر صادق نے اسے پہچان کر جو تنبیہی جملے ادا کئے ان سے اس کے کردار کی وضاحت ہوتی ہے جنہیں پڑھ کر ناصبیت کی گردن شرم سے جھک جانی چاہیے لیکن

ناصبیت پسندی کہ ڈاکٹر حمید اللہ جیسے مشہور مورخ نے ہندہ جگر خوارہ کو کی گئی تنبیہہ کا اطلاق مکہ کی تمام عورتوں پر کردیا اور تحریر فرمایا کہ " عورتوں کو چاہیئے کہ بدکاری نہ کریں " (خطبات بھاولپور ۔ ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۵۶) اور علامہ شبلی نعمانی نے امویت پسندی کا ثبوت اس طرح فراہم کیا کہ اپنی معروف کتاب سیرت النبی جلد اول کے صفحہ ۳۰۹ پر اس واقعہ کو طبری سے نقل کرتے ہوئے یہ تحریر کرنے کے بعد کہ ہندہ جگر خوارہ نے سرکار دوعالمؐ سے گستاخی سے باتیں کیں لیکن مکالمہ میں سے تاریخ طبری میں تحریر کردہ حضور اکرمؐ کا وہ تنبیہی جملہ حذف کردیا جس سے اس دشمن رسولؐ کے کردار کا پتہ چلتا ہے (تاریخ طبری حصہ اول ص ۴۰۲ ترجمہ نفیس اکیڈمی کراچی طبع ششم ۱۹۸۷ء) اور چونکہ فتح مکہ کے موقع پر حرم پاک میں جو بت زیادہ بلندی پر نصب تھے اور وہاں تک دست مبارک نہیں پہنچتا تھا ۔ ان کو گرانے کے لیئے حضرت علیؑ کو دوش مبارک پر کھڑا کیا (رسول رحمت ص ۴۳۸) لہٰذا ناصبیت کو فتح مکہ کے ان واقعات کو بھی جھٹلا کر افسانوں میں شمار کرنا چاہیئے کیونکہ سرکار دو عالمؐ اور ابوسفیان اور ہندہ جگر خوارہ کے درمیان مکالمات سے جاہلی انقلاب کے بانیوں کی کردار سازی کی تمام کوششیں نقش برآب ثابت ہوتی ہیں ۔

جس طرح " ملک عضوض (TYRANT KINGDOM) کے بانیوں کے سرخیل اور طلقاء مکہ کے اسلام اور اسلام کے فروغ کے لیئے کوششوں کا کافی زمانہ سے ڈھنڈورہ پیٹا جارہا ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے ہو جاتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جنگ حنین میں جناب خالد بن ولید کی سرکردگی میں طلقاء مکہ پر مشتمل مقدمتہ الجیش کے ساتھ اصحاب رسولؐ کے فرار اختیار کرنے پر ابوسفیان نے یہ کہہ کر خوشی کا اظہار کیا کہ یہ

(مسلمانوں کی) شکست دریا (سمندر) کے اس طرف تو تھمتی نہیں (تاریخ ابن خلدون جلد اول ص ۱۶۹ طبع وہم نفیس اکیڈیمی کراچی) طبری نے بھی تقریباً یہی الفاظ تحریر کئے ہیں کہ ابوسفیان نے کہا کہ اب یہ (مسلمان) سمندر سے ادھر نہ رکیں گے (تاریخ طبری حصہ اول ص ۴۱۲) علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی کی جلد اول صفحات ۳۱۶ ۔ ۳۱۷ پر سورہ توبہ کی آیت ۴۰ کے تحت (جبکہ شاید یہ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ یہ آیات سورہ توبہ کی ۲۵ اور ۲۶ ہیں) جنگ حنین میں اصحاب رسولؐ کے فرار کے ضمن میں بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے کہ اس جنگ کی شکست میں طلقاء مکہ کی بددیانتی اسلام دشمنی اور مکرو فریب کا بڑا دخل تھا ۔ اس جنگ سے متعلق واقعات کے بیان سے بھی ناصبیوں کے محبوب طلقاء مکہ کی بد کرداری کی وجہ سے ان کے اسلاف بدنام ہوتے ہیں اس لئے آئندہ حضور اکرمؐ کے اس معرکتہ الآرا غزوہ کے تذکرہ بھی افسانوں میں شمار کئے جانے لگیں گے اور اس لئے بھی کہ اس جنگ میں بھی حضرت علیؑ اور دیگر بنی ہاشم ثابت قدم رہے اور سرکار دو عالم کو اکیلا چھوڑ کر فرار اختیار نہیں کیا ۔ علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں

" مورخ طبری نے اس موقع پر مکہ کے ان طلقاء کی زبانی جو فقرے نقل کئے ہیں وہ بھی اس راز کی پردہ کشائی کرتے ہیں کہ طلقاء مکہ اس جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ دل سے نہ تھے (جلد ۳ ص ۱۶۶۰ الائیڈن) متقدم مفسروں میں سے ابن جریر طبری نے لکھا ہے ان الطلقاء انجفلوا یومئذن الناس وجلوا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ عہد متوسط کے مفسروں میں سے ابو حیان اندلسی کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے ہے ۔

" کہا جاتاہے کہ مکہ کے طلقاء بھاگے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ

مسلمانوں کو شکست ہو جائے " (بحر المحیط ج ۵ ص ۲۴) متاخر مفسروں میں سے صاحب روح المعانی نے تفسیر سورہ توبہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں ترجمہ :

" سب سے پہلے طلقاء مکر و فریب سے شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے ان سے مسلمانوں میں بے ترتیبی اور پسپائی کی صورت پیدا ہوئی " چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے جو اس جنگ میں شریک تھیں حضور انورؐ سے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ ان طلقاء کو قتل کردیجئے انہی کی وجہ سے شکست ہوئی ہے (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول صفحات ۳۱۶ ۔ ۳۱۷ پی اے ایف بک کلب)

کیا ناصبی کلام پاک ، تفسیر اور حدیث سے بھی لاتعلقی کا اظہار کردینگے ؟ کیونکہ ان حقائق سے نہ صرف انکے " امیرالمومنین " کے دادا طلقاء مکہ کے سرخیل اسکے خاندان اور حامیوں کے فتح مکہ کے موقع پر سپر انداز ہونے اور عام معافی کے اعلان کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو جانے کے باوجود اسلام اور حضور اکرمؐ کے خلاف ریشہ دوانیوں اور مخالفت کا سراغ ملتا ہے نیز واضح ہوتا ہے کہ طلقاء مکہ کو اسلام سے کتنا ربط و تعلق رہا۔ کیا تاریخ جدید کی تدوین میں ان واقعات کو حذف کردیا جائے گا یا افسانہ قرار دیا جائے گا ؟

رسول آخر الزمانؐ محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جبکہ حضرت علیؑ حکمرانی سے بے نیاز اپنے عم زادؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اور سقیفہ بنی ساعدہ (بیٹھک چوپال یا اتاق) میں پندرہ بیس انصار مدینہ کے مجمع میں جاکر جو یہ سوچ رہے تھے کہ آئندہ کیا ہوگا ، حضرت عمرؓ نے ہنگامہ آرائی اور شدید اختلاف کے باوجود حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا یہ کہہ کر اعلان کردیا کہ رسالتمآب کی خلافت و نیابت کا حق

صرف خاندان قریش کا ہے کیونکہ آپؐ کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اس بحث سے قطع نظر کہ خاندان قریش کو خلافت کا حق دار بنایا گیا لیکن خاندان بنی ہاشم جو صحیح معنوں میں آپ کا خاندان تھا اس سے مشورہ بھی نہ لیا گیا نیز یہ کہ سرکار دو عالم ان لاتعداد اقوال اور عملی اقدامات بالخصوص خطبہ حجتہ الوداع کو بھلا کر کہ گورے اور کالے میں کوئی امتیاز نہیں عجم اور عرب سب برابر ہیں قبائل سب ایک جیسے ہیں اور عملاً فتح مکہ کے موقع پر بلالؓ حبشی کو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا کر اذان دلوائی ایک روایت سنا کر ہمیشہ کے لئے قریش کے علاوہ تمام مسلمانوں کو خلافت کے حق سے محروم کر کے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا اعلان ہو گیا کیا یہی اسلامی جمہوریت کی ابتداء ہے ؟ لیکن جب طلقاء مکہ کے سرخیل اور فتح مکہ و حنین کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں کے سردار ابو سفیان کو حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ بن جانے کی اطلاع ملی تو اسلام کو بادشاہی کے حوالے سے سمجھنے والا یہ برداشت نہ کر سکا ، اس نے حضرت ابو بکرؓ کی خاندانی حیثیت اور قریش میں ان کی اہمیت کی نفی کی اور قبائل قریش میں خاندانی وقار اور وجاہت کے پیش نظر حضرت علیؑ کو اکسانے کی بھی کوشش کی اور کہا کہ :

" مدینہ میں ایک شورش دیکھتا ہوں جس کو کشت و خون کے علاوہ کوئی چیز فروع نہیں کر سکتی ! اے آل عبد مناف ابو بکرؓ تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے ۔ یہ عجب بات ہے کہ حکومت و سلطنت قریش کے نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلی جائے یہ کہہ کر حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا کہ " ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں ۔ بخدا اگر کہو تو میں ابو بکرؓ پر یہ میدان تنگ کر دوں اور پلک جھپکنے میں اسے سوار اور پیادوں سے بھر دوں ۔ علیؑ نے یہ سن کر اس کا

جواب نہایت سختی سے دیا اور کہا واللہ تمہاری اس بات میں سوائے فتنہ و فساد کے اور کوئی بات نہیں ہو سکتی ۔ بخدا تم نے اسلام میں آتش فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے ۔ جاؤ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں (تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۲۲۱ ۔ نفیس اکیڈیمی کراچی) حضرت علیؑ جیسی عظیم شخصیت کو طالب اقتدار کہنے والے آج کے ناصبیوں کے لئے ان کے ممدوحین کے باوا آدم کے یہ الفاظ تازیانہ سے کم نہیں ۔ حضرت علیؑ نے خلافت کی پیش کش کو ٹھکرایا ہی نہیں بلکہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کو نہ تسلیم کرنے والے مانعین زکواۃ اور مرتدین کی بھی ہمت افزائی نہ کی اور جب حضرت ابو بکرؓ کے دور میں مدینہ منورہ پر خلیفہ اول کے مخالفین نے حملہ کیا تو اس کا دفاع بھی حضرت علیؑ ہی نے کیا کیونکہ یہ رسول اکرمؐ کا مدینہ تھا جبکہ اس برے وقت میں طلقاء بکہ کہیں نظر نہیں آتے (تاریخ ابن خلدون ج اول ص ۲۲۶) حضرت علیؑ نے سرکار دو عالم کے بعد ذوالفقار کو میان میں رکھ کر اور حکومت سے لاپروا ہوکر کار رسالت کی تدوین اور تبلیغ میں وقت گذارا لیکن نیرنگی سیاست کہ جب آپؑ نے مسلمانوں کے تین دن کے مسلسل اصرار اور مشترکہ کوششوں کی وجہ سے مسجد نبوی میں عامۃ المسلمین کی رائے عامہ سے خلافت قبول کی تو حضرت علیؑ کے استحقاق خلافت کے قائیل ابو سفیان کے بیٹے امیر معاویہ نے بغاوت کی (خلافت و ملوکیت مولانا مودودی ص ۱۲۵ تا ۱۲۷ اور اس پر اعتراضات کا تجزیہ ملک غلام علی) ناصبیوں کو ان واقعات کو جھٹلانا اور افسانہ قرار دینا کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی کیونکہ اس سے ان کے دجل و فریب کی اس طرح بھی قلعی کھل جاتی ہے کہ ناموس صحابہ کے محافظ ، حضرت ابو بکرؓ کو صحابہ میں افضل ترین سمجھنے کے ساتھ ان کی تنقیص اور مخالفت کرنے

والے ابوسفیان کو بھی محترم صحابہ میں شمار کرتے ہوئے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ صورت حال بھی عجیب ہے کہ حضرت علیؑ سے دھتکارے جانے کے بعد ابوسفیان نے اموی سیاست کے مخصوص انداز میں اب اسی شخص کی طرف رخ کیا جسے قریش کے ایک چھوٹے اور حقیر قبیلہ کا فرد بتایا تھا اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی سیاسی اور عسکری ضرورت کے تحت ابوسفیان کو گلے لگا لیا (تاریخ ابن خلدون ج دوم ص ۲۴) کیونکہ سوائے قبیلہ قریش و ثقیف (فتح مکہ و حنین کے بعد ہونے والے ۸ ہجری میں حلقہ بگوشان اسلام) کل قبائل عرب عام طور سے مرتد ہوگئے (یا حضرت حضرت ابوبکرؓ کے مخالف تاریخ ابن خلدون ج اول ص ۲۲۵) یا حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ کے بقول " سرور عالمؐ کی رحلت کے بعد نفاق کی بلا پھوٹ پڑی اور منافقت نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہونے لگے انصار یکسو ہوکر بیٹھ گئے (درس نظامی میں داخل تاریخ الخلفاء۔ ابوبکر السیوطی اردو ص ۸۷ نفیس اکیڈیمی کراچی) یا بقول طحہ حسین عہد صدیقی میں تمام عربوں نے خلیفہ کی مخالفت کی اور زکواۃ دینے سے انکار کردیا (حضرت علیؓ ص ۴۱) یعنی کہ مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت جس میں حضور اکرمؐ کے ساتھ فریضہ حج بجا لانے والے ہزاروں اصحاب بھی تھے حضرت ابوبکرؓ کی مخالف ہوگئی۔ نتیجہ میں حضرت ابوبکرؓ کے دور میں فتح مکہ کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہونے والے کفار قریش اور ثقیف کے افراد نے جو ابوسفیان کی سربراہی میں ۲۳ سال کے اعلانیہ عرصہ نبوت میں ۲۱ سال تک آپ کے بدترین مخالف اور خون کے پیاسے رہے اس قدر مراعات حاصل کیں کہ اسلام کے ہر شعبہ حیات پر حاوی ہوگئے

اور اس طرح اسلام میں تغیر کا آغاز ہوا ۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں ہر طرف مقتولین بدر کی اولاد اور احد و خندق کے معرکوں میں کفار قریش کی طرف سے پیش پیش افراد مانعین زکواۃ اور مرتدین کا جو عہد رسالت میں مسلمان اور صحابی رسولؐ تھے قتل عام کرتے نظر آتے ہیں اور ابو سفیان کے دونوں بیٹے یزید اور معاویہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے دور میں یکےؔ بعد دیگرے شام کے زرخیز علاقے کے مالک و مختار بنے ، بنی ہاشم جو شعب ابو طالب سے سرکار دو عالم کی تجہیز و تکفین تک ساتھ رہے اور ابو سفیانی قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا نیز بدر ، احد اور خندق اور حنین کے مجاہدین اور شہدا کے اخلاف کا کہیں نام و نشان نہیں انصار مدینہ جو میزبانان رسول ہاشمیؐ تھے وہ بھی خال خال نظر آتے ہیں ۔ بدری اصحاب رسولؐ کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی ان سے کوئی سرکاری کام نہ لیا گیا (تاریخ طبری ج دوم ص ۹۹) رسالتمآبؐ کا خانوادہ اور انصار مدینہ جنہوں نے صحیح معنوں میں اسلام کے فروغ کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں دیں تھیں ان کا حال ایسا ہوگیا تھا جیسے کسی مفتوح قوم کے افراد ہوں جن سے فاتح قوم انتقام لینے پر تلی ہو " حیرت ہے کہ سابقین اور اولین جنہوں نے اسلام کو سر بلند کرنے کے لئے جانیں لڑائی تھیں اور جن کی قربانیوں سے دین کو فروغ نصیب ہوا تھا پیچھے ہٹا دیئے جائیں اور ان کی جگہ یہ لوگ امت کے سرخیل ہو جائیں " اس طرح طلقاء مکہ نے اسلام میں انقلاب معکوس کی بنا ڈالی جس کو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت نے مزید تقویت بخشی اور امیر معاویہ کے دور میں بنی امیہ کلیتاً ریاستی معاملات پر قابض ہوگئے (خلافت و ملوکیت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی باب چہارم و پنجم) ۔ حجاز کے قرب و جوار کے علاقوں میں حضور اکرمؐ کے

غیر تربیت یافتہ افراد کے ذریعہ فتوحات ہوئیں اور انہیں کے ذریعہ اسلام برآمد ہوا اسی لئے وہ علاقے اسلام کے دائرہ اثر میں تو ضرور آگئے مگر روح اسلامی سے محروم رہے ۔ بلکہ ان فاتحین کے انداز کی وجہ سے اغیار میں اسلام بدنام ہوا کہ یہ بزور شمشیر پھیلایا گیا جبکہ اسلام سلامتی کا مذھب ہے جس کی تبلیغ کے لئے حضور اکرمؐ نے بڑی سختیاں برداشت کیں اور اپنے اخلاق حسنہ سے اسے قبائل عرب میں مقبول بنایا ۔

ناصبی حضرات ہی بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ کیا یہ حقائق بھی محض داستانیں ہیں کہ خلافت سوئم میں تمامتر ریاستی عہدے اور صوبوں کی گورنریاں حضرت عثمانؓ نے اپنے قریب ترین اعزا (بنو امیہ) کو تفویض کردیں یعنی ان طلقاء مکہ کو بخش دیں جو آخر وقت تک دعوت اسلامی کے مخالف رہے ۔ فتح مکہ کے بعد حضور نے انہیں معافی دی اور وہ اسلام میں داخل ہوئے مثلاً معاویہ ، ولید بن عقبہ ، مروان بن الحکم اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوگیا تھا جس کے لئے فتح مکہ کے موقع پر سرکار دو عالمؐ کا حکم تھا کہ اسے دیکھتے ہی قتل کردیا جائے ۔ حضرت عثمانؓ کے ایک قریبی عزیز کوفے کے گورنر ایسے بھی تھے جن پر شراب نوشی کے نشہ میں نماز فجر پڑھانے کا الزام صحیح ثابت ہوا اور سزا میں کوڑے لگوائے گئے (خلافت و ملوکیت مولانا مودودی باب چہارم ص ۱۱۲) اس اموی گورنر اور " اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم " میں شمار ہونے والے ولید بن عقبہ کو کلام پاک کی سورۃ حجرات آیت ۶ میں فاسق بتایا گیا ہے (حاشیہ قرآن مجید ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی اور خلافت و ملوکیت مولانا مودودی ص ۱۱۱)

حضرت عثمانؓ کے حکام کے ناگفتہ بہ مظالم سے عامتہ المسلمین ہی

کا ناک میں دم نہ تھا بلکہ اولین و سابقین مگر غیر قریشی صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو ذر غفاریؓ اور مقدادؓ جیسے جانثار اور صاحب کردار صحابی احساس محرومی اور مشکلات کا شکار رہے ۔ حضرت عثمانؓ کی حکمت عملی اور اموی عمال حکومت کی زیادتیوں کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ، عبداللہ ابن مسعود ، عمر بن العاص اور عشرہ مبشرہ کے صحابی سعد بن ابی وقاص بھی حضرت عثمانؓ سے بدظن ہوگئے (خلافت و ملوکیت مولانا ابوالاعلی مودودی باب چہارم ، علی کرم اللہ وجہہ ۔ طحہ حسین نفیس اکیڈیمی ص ۳۵ طبع ششم) حضرت عائشہؓ کے چچا طلحہ بن عبیداللہ (عشرہ مبشرہ کے صحابی) نے حضرت عثمانؓ کے مخالفین کی کھلی حمایت کی اور موصوفہ کے بہنوئی عشرہ مبشرہ کے صحابی زبیر بن العوام بھی حضرت عثمانؓ کے حق میں نہ تھے (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۵۴ ، ۵۵ نفیس اکیڈیمی کراچی ۱۹۸۶ء اور فتنۃ الکبریٰ اردو نفیس اکیڈیمی جلد دوم ص ۱۳ ۔ ۱۴ اور ۴۳) ان ناقابل انکار حقائق سے کیونکہ امویوں کی واضح تنقیص ہوتی ہے لہذا اپنے ممدوحین کی پردہ پوشی کے لئے واقعہ کربلا ۔ حرہ ، جنگ جمل اور سفین کو افسانہ بتانے والوں کے اسلاف نے اپنے دور حکمرانی میں تاریخ سازوں سے ایک افسانوی کردار ابن سبا تخلیق کرایا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کا الزام اس کے سر تھوپ کر " الصحابہ کلھم عدول " جیسی حدیث کی لاج رکھنے کی کوشش کی لیکن کیا یہ بھی کسی داستان کا حصہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے داماد اور چیف سکریٹری مروان بن الحکم نے جنگ جمل میں حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ کے بھائی طلحہ بن عبیداللہ کو جب وہ حضرت علیؑ سے مرعوب ایک طرف کھڑے ہوئے دکھائی دئے تو عشرہ مبشرہ کے اس صحابی کو قتل کردیا اور کہا کہ واللہ عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار یہی ہے (طبقات ابن سعد اردو جلد پنجم

ص ۵۵ نفیس اکیڈمی ۱۹۸۶ء ۔ خلافت و ملوکیت ص ۱۳۰) ناصبیوں کے انداز بھی عجیب ہیں ۔ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ سوئم ، طلحہ ابن عبیداللہ کو عشرہ مبشرہ کا صحابی تسلیم کرتے ہیں اور مروان بن الحکم کو بھی صحابی اور " خلیفتہ المسلمین اور امیرالمومنین " جبکہ یہ ایک دوسرے کے قاتل ہیں ۔ اور سب اچھے ، ستاروں کی مانند اور عادل جس کی چاہو تقلید کرلو جنت مل جائے گی

واقعہ حرہ کو افسانہ بتانے والوں نے ۶۳ ہجری میں مدینہ میں رہنے والے اصحاب رسولؐ پر یزید کے خلاف بغاوت کا الزام لگا کر بدری اور بیعت رضوان کے بزرگ صحابہؓ کے قتل عام کا جواز تلاش کیا ہے جبکہ ان کے محبوب نے پہلے اور آخری منتخب خلیفہ راشد کے خلاف کھلی بغاوت کی تھی لیکن چونکہ بنی امیہ کے پہلے بادشاہ کا تعلق افسانہ حرہ لکھنے والے کے اسلاف سے ہے لہذا ناصبیوں کی نظر میں وہ اولین و سابقین اصحاب کبار سے بھی زیادہ محترم اور ان کے شہزادہ یزید کے متعلق پاکستان میں ناصبیت کے مجدد نے تحریر کیا کہ " اسلامی تاریخ میں اگر کوئی شخص ہے ۔ جس کا انتخاب بالکل پہلی بار امت کے عام استصواب سے ہوا ، تو وہ امیرالمومنین یزید ہیں " (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷) نقل کفر کفر نہ باشد اور اس طرح نہ صرف تاریخ اسلام کو الٹ کر رکھ دیا بلکہ خلفاء راشدین کی تضحیک اور خلافت راشدہ کی نفی ہی نہ کی بلکہ حصول خلافت میں اسے اپنے باپ امیر معاویہ سے بھی بڑھا دیا ۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ خلفاء راشدین میں سے " ہر ایک صاحب بالکل نئے طریقے پر سریر آرائے خلافت ہوئے " اس لئے اسلام میں جمہوریت کے دعوے غلط معلوم ہوتے ہیں ۔

ناصبی حضرت علیؑ کے خلاف کھلی بغاوت کو اجتہاد کہ کر گذر جاتے

ہیں اور جب یزید کے افعال قبیحہ اور شنیعہ کی تصدیق کے بعد اصحاب رسولؐ اس کی بیعت کا قلاوہ اتار کر پھینک دیں تو باغی اور قابل گردن زدنی قرار پائیں ۔ اس بے اصولی کے علاوہ ناصبیوں سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ مسلمان ہونے کے دعویداری کے ساتھ ان افراد کے مداح ہیں جنہوں نے حضور اکرمؐ کو تمام زندگی ستایا، حضرت علیؑ سے جنگ کی اور ان کے اخلاف نے نہ صرف یہ کہ کربلا برپا کی بلکہ لاتعداد اصحابؓ کا قتل عام بھی کیا اور اسلام دشمنی میں دو مرتبہ خانہ کعبہ کو ڈھایا اور جلایا ۔ اس صورت حال کو اردو کے صف اول کے شاعر غالب نے بڑے بلیغ انداز میں ایک سلام میں نظم کیا جس کے دو شعر ۔

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دیں
علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اس کو

یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا دعویٰ
برا نہ مانئے گر ہم برا کہیں اس کو

لیکن مملکت پاکستان میں ناصبیت پسندی کا غلبہ ہے ابتداء میں تحریر کیے گئے مولانا نعمانی صاحب اور ملک غلام علی صاحب کے نظریات کی تصدیق اس حقیقت سے ہو جاتی ہے کہ امسال یوم عاشورہ غالبؒ کا متذکرہ سلام ٹی وی پر ایک محترمہ سے پڑھوایا گیا لیکن درج بالا دونوں شعر حذف کرکے ۔ دیگر ذرائع ابلاغ میں بھی ناصبیت پسندی کا برملا اظہار ہو رہا ہے جیسا کہ امسال روزنامہ ڈان جیسے موقر روز نامہ میں یوم عاشورہ ایک مضمون میں انہدام کعبہ کے متعلق راقم السطور نے ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی تو وہ خط من عن شائع نہ ہوسکا جو مولانا مودودی کی کتاب

خلافت و ملوکیت کے ایک صفحہ کا انگریزی میں ترجمہ کرکے ارسال کیا گیا تھا جس میں واقعہ حرہ اور انہدام کعبہ کا صحیح واقعہ تحریر تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ان روح فرسا واقعات کو چھپایا جارہا ہے یا تاریخ جدید مرتب کی جارہی ہے جس میں تاریخی حقائق کو مسخ کرکے انہیں افسانوی رنگ دیا جارہا ہے جس کا مقصد صرف اور صرف ایک ہے کہ ملک عضوض کے بانی اسلام کے حامی و مددگار اور سچے پیروکار سمجھے جائیں اور مسلمان بنی امیہ کے اصولوں پر عمل کریں۔

پاکستان میں ایک عرصہ سے ناموس صحابہ اور امہات المومنینؓ کی حفاظت کے دعویداروں نے ۱۸ ذی الحجہ یوم مظلوم مدینہ یعنی یوم حضرت عثمانؓ منانا شروع کیا ہے۔ اخبارات میں مضامین اور اشتہارات شائع ہوتے ہیں لیکن حضرت عثمانؓ جیسے عشرہ مبشرہ کے صحابی بلکہ موصوف سے کہیں زیادہ صحبت رسولؐ سے فیض یاب ہونے والے اور میدان جنگ، خاص طور سے معرکہ احد میں فرار اختیار نہ کرنے والے حضرت ابو بکرؓ کے چچا زاد بھائی طلحہ بن عبیداللہ اور ان کے داماد زبیر بن العوام کا یوم اس طرح نہیں مناتے کیونکہ طلحہ بن عبیداللہ کو جنگ جمل میں ناصبیوں کے " امیرالمومنین اور خلیفتہ المسلمین " مروان نے حضرت عثمانؓ کے بدلے میں قتل کردیا تھا (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۵) اور زبیر بن العوام حضرت علیؑ سے ایک حدیث سن کر میدان جنگ چھوڑ گئے تھے۔ امہات المومنین بالخصوص حضرت عائشہؓ کی ناموس کی خاطر جان دینے پر آمادہ افراد حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی کا یوم بھی اس طرح نہیں مناتے جس طرح حضرت عثمانؓ کا مناتے ہیں حالانکہ انہیں حضرت عثمانؓ سے کہیں زیادہ بے دردی سے بنی امیہ کے نمائندہ مروان بن الحکم نے امیر معاویہ کی دور

حکمرانی میں دعوت میں بلا کر گڑھے میں گرا کر قتل کردیا تھا (تاریخ ابن خلدون اردو جلد دوم ص ۹۶ نفیس اکیڈمی) حضرت ابو بکرؓ کے نواسے عشرہ مبشرہ کے صحابی زبیر بن العوام کے بیٹے اور صحابی عبداللہ ابن زبیر کا بھی یوم نہیں منایا جاتا کیونکہ ان کو بنی امیہ کے نمائندہ حجاج بن یوسف نے بڑی بے دردی سے نہ صرف قتل کیا بلکہ ان کی لاش کی بھی بے حرمتی کی اور ان کی ماں ذات النطاقین اسماء بنت حضرت ابو بکرؓ کی بھی بے عزتی کی (تاریخ ابن خلدون ج دوم ص ۱۶۲) ۔ حضرت عثمانؓ کا یوم مظلوم مدینہ کی حیثیت سے ضرور منایا جائے لیکن ۲۷ اور ۲۸ ذی الحجہ یوم حرہ بھی منایا جائے جس میں لاتعداد صحابی شہید ہوئے اور بدری اور بیعت رضوان کے صحابیوں میں سے شاید ہی کوئی یزیدی لشکر سے محفوظ رہ سکا ۔ ان کی بیٹیوں کی بے حرمتی ہوئی ۔ مسجد نبوی ایک عرصہ تک بے نماز ویران رہی ناموس صحابہ کا نعرہ لگانے والے ان لاتعداد مظلومین مدینہ کا یوم کیوں نہیں مناتے اور اس درد ناک واقعہ کو کیوں چھپاتے ہیں ؟ کیا محض اس لئے کہ ان کے شہزادے کے کرتوت واضح ہوتے ہیں ۔ کیا حضرت عثمانؓ کا یوم اس لئے منایا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بنی امیہ سے تھا اور حضرت عائشہؓ طلحہ بن عبیداللہ کا تعلق خاندان بنی تیم سے تھا جنہوں نے بنی امیہ کے حکمرانوں کی مخالفت کی تھی اور جن کے بزرگ (حضرت ابو بکرؓ) کی خلافت کے خلاف طلقاء مکہ کے سرخیل ابوسفیان نے فوج کشی کا ارادہ کیا تھا ۔ اور ان سب واقعات میں قاتلوں کا تعلق بنی امیہ سے تھا ؟ یا اس لئے کہ ان سب کے قاتلوں کا شمار بھی اصحاب رسولؐ میں کیا جاتا ہے مثلاً مروان بن الحکم اور مسلم بن عقبہ (مسرف) جس نے مدینہ منورہ میں قتل عام کیا اور اس طرح " الصحابہ کلھم عدول " کی لاج رکھنا مقصود ہے ۔ کیا قتل و

غارت کے ان واقعات سے جو اموی حکمرانوں کے دور میں ہوئے مقتول بنی ہاشم کے افراد کے علاوہ دیگر لاتعداد اصحاب رسولؐ اور ام المومنینؓ بھی قتل ہوئیں اس ملمع کی قلعی نہیں کھل جاتی ہے کہ مدح صحابہ اور امہات المومنینؓ کی ناموس کا نعرہ دراصل بنی امیہ کی تعریف اور ان کے طرز حکومت کی تاسیس کے لئے ہے نہ کہ اصحاب اور امہات المومنین کی ناموس کی حفاظت کے لئے۔ دراصل ناصبیوں کا یہ گروہ حضرات اہل سنت کو اصحاب اور امہات المومنین کے نام پر بھڑکا کر اور ملکی سیاست میں شیعہ سنی کی تفریق میں شدت پسند عناصر کو داخل کرکے اپنی حکمرانی کے لئے صدر اول کی طرح راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔

پاکستان میں ناصبی مکتب فکر بنی امیہ کے اسلام اور رسولؐ دشمن کارناموں کو چھپانے کے لئے اسلامی تاریخ کے ہر واقعہ کو جس میں انہیں اپنے اسلاف کی تضحیک نظر آئے افسانہ کہہ بھی سکتے ہیں اور لکھ بھی سکتے ہیں کیونکہ نہ کسی کی زبان پر پابندی لگائی جاسکتی ہے نہ قلم پر۔ تاریخی حقائق اور مذہب سے ناواقف عامتہ المسلمین ان گندم نما جوفروشوں کے پروپیگنڈہ سے متاثر بھی ہوسکتے ہیں اور ہوئے ہیں کیونکہ ہر شخص تعلیم یافتہ نہیں جو مطالعہ کے بعد سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرسکے اور پھر کتنے تعلیم یافتہ حضرات کتابیں پڑھ کر مذہب کو سمجھتے ہیں وہ تو شکل و صورت سے مولوی نظر آنے والے افراد پر اعتبار کرلیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ناصبیوں نے ایک نیا انداز اختیار کیا ہے کہ وہ اپنی کتابوں اور مضامین میں قدیم عربی کتابوں سے فرضی حوالے دے کر عام تعلیم یافتہ حضرات کو مرعوب کرلیتے ہیں جس کی بین مثال حال ہی میں دیکھنے میں آئی کہ اخبار پاکستان اسلام آباد میں ایک مضمون " جنگ قسطنطنیہ اور یزید " جس کی نقل روز نامہ

حریت ، کراچی کی اشاعت ۷ اگست ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی لاتعداد فرضی حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کیونکہ یزید قسطنطنیہ پر حملے میں سالار لشکر تھا جس میں بزرگ اصحاب رسولؐ بھی اس کی ماتحتی میں گئے لہذا وہ سرکار دو عالم کی ایک پیشین گوئی کے مطابق جنتی ہے ۔ ان حوالوں میں تاریخ طبری اردو کا جلد نمبر اور صفحہ بھی دیا گیا ۔ اسی طرح ابن خلدون کی تاریخ کی جلد اور صفحہ بھی درج کیا گیا لیکن جب ان دونوں معروف کتابوں کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ طبری میں تو جنگ قسطنطنیہ کا تذکرہ ہی نہیں البتہ ابن خلدون نے یہ تحریر کیا کہ " پھر امیر معاویہ نے ۵۰ ہجری میں ایک بڑا لشکر بسر افسری سفیان بن عوف بلا دروم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے یزید کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کی اس پر معاویہ نے اس (یزید) کی روانگی ملتوی کردی ۔ اتفاق سے مجاہدین کو اس لڑائی میں اکثر مصائب کا سامنا ہوا ۔ غلہ کی کمی مرض کی زیادتی سے لوگ مرگئے ۔ یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ اشعار ذیل پڑھے ترجمہ ۔

" مجھ کو اس کی مطلق پرواہ نہیں کہ ان کے لشکر کو فرقدونہ میں سختی کا سامنا ہوا ۔ جب کہ میں بلند ہوکر رنگ برنگ قالینوں پر تکیہ لگایا دیر مروان میں اور میرے پاس ام کلثوم تھی " (ابن عامر کی بیٹی) (تاریخ ابن خلدون اردو جلد دوم ص ۳۶ ۔ نفیس اکیڈمی کراچی طبع دہم ۱۹۸۲ء)
راقم السطور نے اپنے مضمون میں جو اسی عنوان کے تحت روزنامہ حریت میں ۲۲ اگست کو شائع ہوا واضح کیا کہ یہ قدیم کتابوں کے فرضی حوالے ہیں جن میں سے کچھ کے اردو ترجمے شائع ہوگئے ہیں ۔ لیکن جب ایک طبقہ یہ طے کرلے کہ اسے اپنے شہزادے کو جنتی بنانا ہے تو وہ اس کی پرواہ

کیوں کرے کہ سبط رسول الثقلین امام حسینؑ نیز میزبان رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاری ۔ عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر جیسے صحابیوں کو یزید پلید کی قیادت میں فرضی جنگ کی شرکت سے ان کی ہتک ہوتی ہے اور رسالتمآبؐ کی پیشن گوئی سے سرکار دو عالمؐ پر بھی بات آتی ہے ۔ تاہم ایک باشعور اور غیر متعصب طبقہ ضرور ایسا ہے جو ناصبیت کے پروپیگنڈے سے جو ان کے کارندے نماز جمعہ کے خطبات اور مذہبی تقریبات میں کرتے رہے ہیں متاثر ہوئے بغیر حقائق جاننا چاہتا ہے وہ معروف کتابوں سے استفادہ کرسکتا ہے اور ناصبیوں کے اس پروپیگنڈہ سے کہ تاریخ اسلام کے مشہور واقعات جن سے بنی امیہ کی حقیقت کھل جاتی ہے افسانے ہیں مطمئن نہیں ہوسکتا ناصبیوں کی دسترس میں قدیم اور جدید عربی و فارسی کتابیں اور ان کے ترجمے نہیں جو مختلف ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہیں جنہیں ناصبی ایک جگہ جمع کرکے اسکندریہ کے کتب خانہ کی طرح نذر آتش کرسکیں پاکستان میں بھی ناصبیت کے زیر اثر تفسیر ۔ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں رد و بدل اور حسب منشاء ترجموں کے باوجود بنی امیہ کے چہروں کے داغ دھبے مٹائے نہ جاسکے ۔ ناصبی بڑی شدومد اور بے پناہ وسائل سے پاکستان میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا کو اپنے جھوٹے پروپیگنڈہ سے آلودہ کررہے ہیں ۔ کچھ حق پرست اہل سنت علماء اور قلمکار ان کی نفی بھی کرتے رہے ہیں ۔ لیکن ناصبیوں نے اہلسنت کی چادر اوڑھ رکھی ہے لہذا اہل سنت اور ناصبیت میں امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے سیدھے سادھے برادران اہل سنت ان کے فریب کے جال میں پھنس رہے ہیں ۔

زمانہ بھر میں پھیلی ہوئی جدید و قدیم کتابوں سے قطع نظر پاکستان

میں اہل سنت کے متبحر عالم اور جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اہل سنت کی تفاسیر، احادیث اور تاریخ کے مستند حوالوں سے اپنی معروف کتاب خلافت و ملوکیت کے باب چہارم میں "الصحابہ کلھم عدول" کی لاج رکھنے کے ساتھ اپنے مسلک کے مطابق حضرت عثمانؓ کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ کی غلطیوں پر سیر حاصل بحث کی ہے اور پانچویں باب میں یزید کے باپ کے دور حکمرانی میں لائی گئی تبدیلیوں، اصحاب کبار پر مظالم اور ان کے قتل کا تذکرہ درج ذیل عنوانات کے تحت کیا ہے۔

(۱) تقرر خلیفہ کے دستور میں تبدیلی (۲) خلفاء کے طرز زندگی میں تبدیلی (۳) بیت المال کی حیثیت میں تبدیلی (۴) آزادی اظہار کا خاتمہ (۵) عدلیہ کی آزادی کا خاتمہ (۶) دستوری حکومت کا خاتمہ (۷) نسلی اور قومی عصبیتوں کا ظہور (۸) قانون کی بالاتری کا خاتمہ (۹) شورائی حکومت کا خاتمہ اور واقعہ کربلا حرہ اور انہدام کعبہ نیز حجاج بن یوسف کے مظالم کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ امیر معاویہ کے دور میں رسول اکرمؐ کے سبط اکبر امام حسنؑ کو زہر دلوایا گیا۔ آپ کے جنازہ پر تیر برسائے گئے جبکہ سلسلہ ولی اللہی اور دیوبند کی دوسری اہم شخصیت شاہ عبدالعزیز نے امام حسنؑ کی شہادت کو حضور اکرمؐ کی شہادت سری سے تعبیر کیا ہے اور امام حسینؑ کی شہادت کو سرکار دو عالمؐ کی شہادت جہری سے (سرالشہادتین۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی) مولانا مودودی کے خلاف تو خلافت و ملوکیت تصنیف کرنے کی وجہ سے فتوے جاری ہوگئے جن کا جواب ملک غلام علی صاحب نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ" میں بڑی تفصیل سے دیا ہے۔

لیکن شاہ عبدالعزیز کے متعلق ناصبیوں کی کیا رائے ہے جنہوں نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شہادت کو رسول آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت سے تعبیر کیا ہے ۔ اس اعتبار سے ناصبیوں کے ممدوحین کو قاتلان حضور اکرمؐ سمجھا جائے یا نہیں ؟

علاوہ ازیں دور امیر معاویہ میں مصر میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے مومن قریش حضرت محمد بن ابوبکرؓ کو گرفتار کرکے اور ایذائیں پہنچا کر قتل کیا گیا ان کی لاش کو ایک مردہ گدھے کی کھال میں سلوا کر جلوا دیا گیا (خلافت و ملوکیت مولانا مودودی ص ۱۶۸)

عبداللہ بن خالد بن ولید کو زہر دلواکر قتل کیا گیا (تاریخ طبریٰ ج ص ۷۹) امیر معاویہ نے حضرت حجر بن عدیؓ جیسے عابد و زاہد اور مقتدر صحابی رسولؐ جو صلحاء امت میں اعلیٰ مرتبہ پر فائض تھے حضرت علیؑ کی مداحی کے جرم میں گرفتار کرکے دربار شاہی میں بلوایا اور حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنے کے لئے کہا لیکن جب اس مرد حق آگاہ نے صاف انکار کردیا کہ " میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے تو شاہی حکم ہوا کہ انہیں اذیتیں دے کر قتل کر دو ۔ لہذا وہ اور ان کے سات ساتھی بڑی بے دردی سے قتل کئے گئے اور ایک صحابی کو زندہ دفن کردیا گیا (خلافت و ملوکیت ص ۱۶۴) صحابی رسولؐ حضرت حجرؓ بن عدی کی شہادت وہ ناقابل برداشت صدمہ تھا جسے معلوم کرکے عالم اسلام سرنگوں ہوگیا عبداللہ ابن عمرؓ کو جو نہ صرف امیر معاویہ سے بیعت تھے بلکہ بعد میں یزید کی بھی بیعت کی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو سخت صدمہ ہوا ۔ موصوفہ نے امیر معاویہ کو ان بے گناہوں کے قتل سے باز رہنے کی بھی کوشش کی تھی مگر ناکام رہیں ۔ ان واقعات پر ڈاکٹر طٰحہ حسین مصری نے

اپنی مشہور کتاب فتنتہ الکبریٰ جس کا اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی کراچی سے شائع ہوچکا ہے اور مولانا مودودی نے " خلافت و ملوکیت " میں تبصرہ کیا ہے اور جب خلافت و ملوکیت میں دیئے ہوئے ناقابل تردید حقائق سے حق پرست اہل سنت متاثر ہونے لگے تو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سابق جج شریعت کورٹ نے مختلف جرائید میں صفائی پیش کرنے کی کوشش کی لیکن اسی کورٹ کے ایک اور جج ملک غلام علی صاحب نے " خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ " نامی کتاب لکھ کر حامیان بنی امیہ کو لا جواب کردیا ۔ ملک صاحب کی اس کتاب میں حجرؓ بن عدی کی شہادت پر ایک مکمل باب ہے۔ اسی طرح مروان بن الحکم کے دیگر مذموم کارناموں پر بھی ایک مکمل باب ہے ۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ مروان نے حضرت عائشہؓ سے بدتمیزی بھی کی ۔ بہر حال ام المومنینؓ کے ان واقعات پر برملا اظہار ناراضگی نے بنی امیہ کو برافروختہ کردیا اس لئے جیسا کہ ناصبیت کے پسندیدہ مورخ ابن خلدون نے تحریر کیا کہ " ۵۸ ھجری میں امیر معاویہ کے دور حکمرانی میں امیر شام کے مدینہ کے گورنر مروان بن الحکم نے حضرت عائشہؓ کو دعوت کے بہانے بلواکر اپنے خاندان والوں یعنی کہ بنی امیہ کی موجودگی میں ایک گڑھے میں گرا کر قتل کردیا (تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۶۶ نفیس اکیڈمی کراچی) امیر معاویہ نے مروان اور اپنے خاندان والوں کے خلاف نہ کوئی کارروائی کی نہ باز پرس لہذا اس واقعہ سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے ؟

اس ضمن میں بنی امیہ کے انداز حکمرانی کو سمجھنے کے لئے اس صدی میں اہل سنت کے نامور مورخ و محقق ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب " خطبات بھاولپور " کا درج ذیل اقتباس کافی ہوگا ۔

" اگر آج حضرت ابوبکر حضرت عمر یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم زندہ ہوں تو میں بخوشی تمام آمرانہ اختیارات سونپنے کے لئے آمادہ ہوں کیونکہ مجھے ان کی خدا ترسی پر پورا اعتماد ہے اس کے برخلاف اگر آج یزید زندہ ہو تو اس کو انگلستان کے مہر لگانے والے بادشاہ کے برابر بھی اپنا حکمران بنانے کے لئے تیار نہیں " (خطبات بھاولپور ص ۹۷ شائع کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد) یعنی کہ ڈاکٹر صاحب یزید اور طلقاء مکہ میں شمار ہونے والے امیر معاویہ تو درکنار بنی امیہ کے حضرت عثمانؓ کی خداترسی کے بھی قائیل نہیں ۔ اس لئے انہوں نے عامتہ المسلمین کے چار خلفاء راشدین میں سے تین خلفاء کی مثال دی لیکن بنی امیہ کے حضرت عثمانؓ کو بھی اس لائق نہ سمجھا حالانکہ موصوف کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے تو اس کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے جو مولانا مودودی نے خلافت و ملوکیت میں تحریر کی ہے ۔

امیر معاویہ کی افواج نے نامور اور مخلص صحابی رسولؐ جن کے ماں اور باپ دونوں کو کفار قریش نے مکہ میں بڑی اذیتیں دے کر شہید کیا تھا یعنی عمار یاسرؓ اور عاشق رسولؐ اویس قرنیؓ کو قتل کیا عمار یاسرؓ کا سر کاٹ کر امیر معاویہ کے پاس لایا گیا ۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے اور ابن سعد نے طبقات میں بھی اس واقعہ کو تحریر کیا ہے ۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا سر ہے جو کاٹ کر دربار میں لے جایا گیا (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۷) اس کے بعد دوسرا سر صحابی رسولؐ عمر بن الحمق کا تھا جن کے کٹے ہوئے سر کو سرعام گشت کرایا گیا اور اس کے بعد لے جاکر ان کی بیوی کی گود میں ڈال دیا گیا (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۷) یزید نے بھی اپنے باپ کی تاسی کی رسول اکرمؐ کے نواسے اور ان

کے خانوادے کے سرہائے بریدہ کی کوفہ و شام میں تشہیر اور بے حرمتی کی اموی دور کے ایسے لاتعداد واقعات ہیں مثلاً شاہ عبدالعزیز دہلوی مشہور و معروف محدث اہل سنت اور مسلک دیوبند کے بزرگ تحفہ اثنا عشری میں لکھتے ہیں " حجاج خونریزی اور قتل خصوصاً شرفاء اور سادات اور متوسلان خاندان اہل بیت میں شہرہ آفاق تھا اور بدترین نواصب سے ، جیسی کچھ عداوت اس کو حضرت امیرؑ اور ان کی ذریات سے تھی زبان پر خاص و عام کے جاری ہے چنانچہ ایک جماعت اہل سنت کو اسی علت میں شہید کیا .... انس بن مالکؓ کہ خادم خاص رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور عمدہ صحابیوں سے تھے ان کو ذلیل و حقیر کرتا تھا ۔ حسن بصریؒ اور اس زمانے کے دوسرے بزرگوں کو مار ڈالنے کے واسطے کونسی تلاش تھی جو اس نے نہ اٹھا رکھی ۔ کیونکہ وہ بدترین نواصب میں سے تھا ۔ اور نواصب اپنی دولت کا قیام اس میں جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کی جناب میں اپنا منہ ہی کالا کرتے رہیں ۔ باجماع مورخین میں شیعہ و سنی کے کبھی کسی نے نقل نہیں کیا کہ حجاج نے اپنے وقتوں میں سے کسی وقت میں اپنے عقائد فاسدہ میں سستی اور نرمی کی ہو یا توبہ کی طرف رجوع کیا ہو بالاتفاق اپنی آخری عمر تک عداوت حضرت امیرؑ اور ذریات طاہرہ اور سادات کشی پر جما ہی رہا الگ نہ ہوا (ہدیہ مجید ۔ ترجمہ تحفہ اثنا عشری ص ۱۳۷) " اور جمہور کی دلیل ہے کہ تابعین اور صدر اول کی ایک بڑی جماعت کا حجاج بن یوسف کے خلاف قیام اس کے مجرد فسق و فجور کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس سبب سے تھا کہ اس نے شریعت کو متغیر کر دیا اور کفر کا مظاہرہ کیا " (صحیح مسلم معہ نودی جلد ثانی ص ۱۲۵ مکتوب قاسمی ص ۵۰)

" جب حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر نواسہ حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کو عبدالملک بن مروان کی اعانت کرتے ہوئے قتل کیا اور مکہ مکرمہ کے باہر سولی پر لٹکائے رکھا۔ پھر جب عبداللہ بن عمرؓ نے عبداللہ بن زبیر کی مدح سرائی کی اس حال میں کہ انہوں نے وہاں سے گذرتے ہوئے ابن زبیر کو سولی پر لٹکتے دیکھا۔ تو حجاج نے ابن زبیر کو سولی سے اتروا کر اسے یہودیوں کے قبرستان میں پھنکوا دیا پھر ابن زبیر کی والدہ اسماء بنت ابوبکرؓ کو حجاج نے بلایا۔ انہوں نے انکار کیا تو حجاج نے کہلا بھیجا کہ سیدھی طرح آجاؤ ورنہ میں ایسے شخص کو تیرے پاس بھیجوں گا جو تجھے تیری چوٹی کے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے میرے پاس لائے گا۔ اسماء (ذات النطاقین حضرت عائشہؓ کی بہن) نے پھر بھی انکار کیا تو حجاج خود اسماء کے پاس آیا اور کہا۔ دیکھا تو نے میں نے اللہ کے دشمن (واضح رہے کہ ابن زبیر کا شمار اصحاب رسولؐ میں ہوتا ہے) سے کیسا سلوک کیا اسماء نے کہا۔ میں نے دیکھ لیا ہے کہ تو نے اس کی دنیا تباہ کردی ہے اور اس نے تیری آخرت تباہ کردی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تو اسے ابن زبیر ذات النطاقین کا بیٹا کہہ کر طعنہ دیتا ہے۔ اللہ کی قسم میں دو نطاق (ازاربند) والی ہوں۔ ایک نطاق سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ کا کھانا جانور پر باندھ کر لے جاتی تھی اور دوسرا عورت کا اپنا ازاربند ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہے (جو ہم نے دیکھ لیا) اور ایک امت کو ہلاک کرنے والا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تو وہی ہے" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۲)

نووی نے علماء اہل سنت کا اتفاق نقل کیا ہے کہ امت کو ہلاک کرنے والے سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

" بخاری اور مسلم میں روایت بھی موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی حجاج بن یوسف کے اشارے پر ایک شخص نے ان کے پاؤں پر زہر میں بجھا ہوئے نیزے کی نوک ماری تھی جس سے وہ وفات پاگئے "

ترمذی نے سنن میں یہ روایت نقل کرکے لکھا ہے کہ ۔

" ہشام بن حسان سے مروی ہے کہ اس نے کہا کہ جن لوگوں کو حجاج نے بغیر لڑائی کے قتل کیا ان کی گنتی کی گئی تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار مقتول تک پہنچ گئی (سنن ترمذی ج ۲ ابواب الفتن)

" اور بہترین تابعین میں سے چار ہزار علماء اور فقہا نے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے ساتھ اہواز کے مقام پر حجاج کے خلاف قیام کیا اور اس سے قتال کیا اور پھر بصرے اور کوفے کے درمیان فرات کے کنارے دیر جماجم کے مقام پر حجاج سے جنگ کی ، وہ سب عبدالملک بن مروان سے خلع کئے ہوئے تھے ان پر لعنت کرتے تھے اور ان سے بیزار تھے (احکام القرآن جلد اول ص ۷۱ یہ کتاب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے نصاب میں شامل ہے) مشہور امام قرآت عاصم بن ابی النجود کہتے ہیں کہ

" اللہ کی حرمتوں میں سے کوئی حرمت ایسی نہیں رہ گئی جس کا ارتکاب اس شخص (حجاج) نے نہ کیا ہو " حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں تو ہم تنہا حجاج کو پیش کرکے ان پر بازی لے جاسکتے ہیں "

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو وہ سردار منافقین کہتا تھا ۔ اس کا قول تھا کہ " اگر ابن مسعودؓ مجھے مل جائے تو میں ان کے خون سے زمین کی پیاس بجھاتا ۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ " ابن مسعود کی قرآت پر کوئی شخص قرآن

پڑھے گا تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور مصحف میں سے اس کی قرآت کو اگر سور کی ہڈی سے بھی چھیلنا پڑے تو چھیل دونگا (یعنی کہ بنو امیہ کے عہد میں دو مصحف تھے ایک حضرت عثمانؓ کا اور ایک عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ناصبی بہتر بتا سکتے ہیں کہ ایسا کیوں تھا ؟ کیا یہ تحریف قرآن کی نشاندہی نہیں ؟) اس نے حضرت انس بن مالک اور حضرت سہل بن سعد ساعدی جیسے بزرگوں کو گالیاں دیں اور ان کی گردنوں پر مہریں لگائیں ۔ اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو قتل کی دھمکی دی ۔ وہ علانیہ کہتا تھا کہ اگر میں لوگوں کو مسجد کے ایک دروازے سے نکلنے کا حکم دوں اور وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لئے ان کا خون حلال ہے ۔ اس کے زمانہ میں جو قید کی حالت میں کسی عدالتی فیصلے کے بغیر قتل کئے گئے صرف ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے ۔ جب وہ مرا ہے تو اس کے قید خانوں میں اسی ہزار 80,000 بے قصور انسان کسی مقدمے اور کسی فیصلہ کے بغیر سڑ رہے تھے (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو الاستعیاب ج ۱ ص ۳۵ ۔ ج ۲ ص ۱۷۵ ابن الاثیر ج ۴ ص ۲۹ ۔ ۱۳۳ البدایہ ج ۹ ص ۲ ۔ ۸۳ ۔ ۹۱ ۔ ۱۲۸ تا ۱۳۸ ۔ ابن خلدون ج ۳ ص ۳۹ ماخوذ از خلافت و ملوکیت مولانا مودودی ص ۱۸۵ ۔ ۱۸۶) اس حجاج کو ناصبی پاکستان میں مثالی ایڈمنسٹریٹر اور مظلوموں کی اعانت کرنے والا بنا کر پیش کر رہے ہیں (ماہنامہ تعلیم القرآن مارچ ۱۹۸۰ ص ۹) یزید ، مروان اور حجاج نیز بنی امیہ کے دیگر حکمرانوں اور گورنروں پر ہی کیا منحصر ہے تاریخ کا کوئی بھی غیر جانبدار طالب علم اگر صحیح تجزیہ کرے تو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ مسلمانوں میں جتنے ظالم و جابر اور قتل و غارتگری کے ذمہ وار حکمران اور فاتحین گذرے ہیں وہ سب ناصبیوں کے ممدوح اور ہیرو ہیں اور جتنے عادل ، خدا

ترس ۔ اسلامی اصولوں پر عامل اور باکردار اصحاب اور شخصیتیں ہیں ان کا یہ بھولے سے بھی تذکرہ نہیں کرتے ۔ برصغیر میں بھی یہ ملوکیت پرست ان شہنشاہوں کی مثال دیتے ہیں جو اپنی ظالمانہ اور جابرانہ ذہنیت کے لئے مشہور ہیں جنہوں نے اپنے خونی رشتوں کو بھی نہ بخشا لیکن ان صلحائے امت ، سادات عظام اور صوفیائے کرام کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے جنہوں نے اپنی زندگیاں تج کر ، تکالیف برداشت کرکے اور انتہائی سادہ زندگی گذار کر اپنے اعمال و کردار سے کفرستان ہند میں اسلام کو فروغ دیا پہلی صدی ہجری میں ناصبیوں کے ممدوحین کی زندگی کے کوائف اور کارناموں کا اگر غیر متعصبانہ اور عادلانہ تجزیہ کیا جائے تو ان کی ایک ایسی بھیانک تصویر ابھر کر سامنے آئے گی جسے دیکھ کر انسانیت شرما جائے ۔ ان کے مذموم کارناموں کو دیکھ کر ہر غیر جانبدار اور سمجھدار انسان اس نتیجہ پر بہ آسانی پہنچ سکتا ہے کہ صدر اول ہی میں اسلام دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ایک طبقہ خدا ترس عدالت و دیانت پسند قرآن و سنت کے احکامات پر عامل سچے اور کھرے مسلمانوں کا تھا جو اقلیت میں رہے اور دوسرا جاہ پسند ۔ ظالم و جابر ارتکاز دولت و قوت میں مبتلا سیاست کاری میں ہر فعل کو جائز سمجھنے والوں کا ۔

بنوامیہ کو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مخالفین کی سرکوبی کی خاطر اسقدر اہمیت دی کہ بالاخر وہ سیاہ و سفید کے مالک بن گئے اس ضمن میں ناصبیوں کے پسندیدہ مورخ ابن خلدون کی رائے درج ذیل ہے جسے پڑھ کر سمجھا جاسکے کہ اسلام میں جاہلی انقلاب کے بانی کون تھے اور انقلاب معکوس کیسے برپا ہوا۔ امویت پسند رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن ابن خلدون اپنی مشہور تاریخ ابن خلدون حصہ دوم اردو ترجمہ علامہ حکیم احمد

حسین الہ آبادی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی اشاعت دہم ۱۹۸۶ء کے صفحہ ۲۴ پر " خلافت راشدہ اور بنی امیہ " کے زیر عنوان تحریر کرتے ہیں کہ " اس کے بعد دور خلافت اول میں روساء قریش نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس امر کی شکایت کی کہ مہاجرین اولین کے برابر وہ نہیں سمجھے جاتے اور حضرت عمرؓ بن خطاب کے ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روساء قریش کو شریک شوریٰ نہ کرنے کی بھی شکایت ہے تو حضرت ابو بکر صدیق نے عذر خواہی کرکے کہا " اپنے بھائیو کی طرح جہاد کرو، اسلام کے مخالفین کی ایذا رسانی سے مستغنی بناؤ۔ مرتدین عرب کی سرکوبی کرو جس سے اسلام اور مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہو۔ مرتدین و کفار عرب کا استیصال کرو کہ تمہاری بھی ویسی ہی عزت کی جائے " چنانچہ آپ نے جنگ مرتدین پر ان کا لشکر مرتب کرکے روانہ کیا (مانعین زکواۃ اور مرتدین کے خلاف لشکر کشی کی قیادت تمامتر، ہجری اور فتح مکہ کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہونے والے قبائل قریش اور ثقیف کے افراد نے کی تھی اور جیسا کہ شروع میں تحریر کیا گیا وہ ہی حضرت ابو بکرؓ کے حامی ہوگئے تھے) پھر حضرت عمر فاروق کا زمانہ آیا تو انہوں نے ان کو روم کی جنگ پر روانہ کیا۔ قریش کو شام پر فوج کشی کی ترغیب دی اور یزید بن ابی سفیان کو مامور فرمایا اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے بعد حضرت فاروق کے ان کو بحال رکھا اس وجہ سے بنی امیہ کی ریاست و سرداری قریش پر زمانہ اسلام میں اس رعایت سے مل گئی جو فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے ان کو حاصل تھی جس کا رنگ زمانہ نے نہ بدلا تھا جس کے عہد کو لوگوں نے اس وقت نہ بھلایا تھا جس وقت بنو ہاشم امر نبوت میں مصروف تھے اور دنیا چھوڑ کر بعوض اس کے شرف قبولیت الہیٰ حاصل کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں لوگ

برابر بنی امیہ کی سرداری کے معترف رہے مثلاً حنظلہ بن زیاد کاتب نے محمد بن ابوبکرؓ سے یہ کہا تھا کہ اگر یہ کام (خلافت و امارت) اس شور و غل سے انجام کو پہنچ گیا تو تم پر عبد مناف غالب آجائیں گے "

ابن خلدون کے درج بالا تجزیہ سے ۔ رسالت ، خلافت راشدہ اور بنی امیہ کی ملوکیت کو سمجھنا اور اعلان رسالت ، شعب ابو طالب کا مقاطعہ ہجرت ، غزوات نبوی اور ثقیفہ بنی ساعدہ کے بعد کے واقعات اور امارت بنو امیہ نیز اسلام میں جو تفریق پیدا ہوئی اس کو جاننے میں بڑی آسانی ہوجاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے بنی ہاشم ، اولین و سابقین صحابہ اور انصار کو نظر انداز کرکے بنی امیہ کو آگے بڑھانے کے نتیجہ میں آئندہ چل کر بنی امیہ نے رسالتمآب کے خاندان پر جو مظالم ڈھائے انہیں عام طور پر تاریخی تجزیہ نگار اسلام دشمنی کی بجائے ۔ بنی ہاشم سے پرانی دشمنی پر محمول کرتے ہیں نیز دیگر اصحاب کبار کے قتل کے اسباب اور واقعہ کربلا اور حرہ کو بدر کا بدلہ سمجھتے ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ کے چچا زاد بھائی طلحہ بن عبیداللہ (عشرہ مبشرہ کے صحابی) آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ اور صاحبزادہ محمد بن ابوبکرؓ نیز نواسے عبداللہ ابن زبیر اور دیگر اصحاب کبار کے قتل اور اسماء بنت ابوبکرؓ ذات النطاقین کی بے حرمتی کے اسباب کیا ہیں ؟ ابن خلدون کا درج بالا تجزیہ وہ آئینہ ہے جس میں نہ صرف ناصبیوں کو اپنے ممدوحین کے چہروں کے خدوخال صاف نظر آسکتے ہیں بلکہ اسلام کے صدر اول کی تاریخ اور سیاست کے نقوش بھی واضح ہو جاتے ہیں۔

بجائے اس کے کہ اس مختصر کتابچے میں ناصبیوں کے انداز فکر پر مزید کچھ تحریر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے معروف

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے مہتمم تعلیم حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی جیسے معتبر سنی عالم کی رائے تحریر کی جائے جو موصوف نے ایک اہل سنت ہونے کے دعویدار مولوی کے صاحبزادے کی کتاب " واقعہ کربلا اور اس کے سیاسی پس منظر " پر دی ہے ۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اس مولوی نے جو بھارت دیش میں بیٹھ کر اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے پاکستان میں شیعہ سنی اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنے کے لئے زہریلے میزائل داغتے رہتے ہیں ، وہ بھی اس اعتراف کے ساتھ کہ سنبھل میں ان کے اجداد مجالس عزا منعقد کرتے تھے اور وہ خود بھی مجلس عزا سے خطاب کرتے تھے اپنے بیٹے کی کتاب پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے ۔ موصوف کے مسلمانوں کے خلاف کفر کے فتوے پاکستان کے مذہبی رسالوں اور ڈائجسٹوں میں کچھ نفاذ شریعت کے دعویدار مولویوں کی تصدیق کے ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں (ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ جنوری ۱۹۸۸ء) واضح رہے کہ ناصبیت کی یہ شاہکار کتاب جو محمود احمد عباسی کی کتاب خلاف معاویہ و یزید کا چربہ ہے بدنام زمانہ شیطان سلمان رشدی کی کتاب کی طرح پیپر بیک پر شائع ہوکر لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوچکی ہے ۔ اس کتاب پر مولانا عبداللہ عباس ندوی نے پندرہ روزہ " تعمیر حیات " ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۰ مارچ ۱۹۹۲ء میں تبصرہ فرمایا ۔ جو خاصہ طویل ہے اس کے اقتباسات

" اس ۲۹۴ صفحات پر مشتمل کتاب کا مفترضہ تحقیقی نتیجہ بحث (HYPO THESIS) یہ ہے کہ " (نقل کفر کفر نہ باشد)

" یزید ایک مسلمان خدا ترس ، پاک سیرت خلیفہ برحق تھا جس کی ولی عہدی عین کتاب و سنت کے مطابق اور اسلامی مقاصد کے لئے عمل میں آئی تھی اور اس کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(حاکم بدہن) ایک ناعاقبت اندیش شہنشاہیت کے طالب بلا وجہ جان گنوانے والے شخص تھے "

مذکورہ کتاب کے مفترضہ نتیجہ بحث کے بعد مولانا ندوی کی رائے کا متعلقہ اقتباس

" جس طرح انگریز کے دل میں صلیبی جنگوں میں شکست کا غم و غصہ آج تک موجود ہے اس طرح اس گروہ میں بدر کے انتقام کا جذبہ سینے کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح جوش مار رہا ہے ۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت سے البتہ اسلام کی طرف سے ان کے عناد کو ختم کیا (کیونکہ اس دوران جنگ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے شریک اور ان کے مقتولین کی اولاد " اسلامی ریاست " کی مالک بن گئی تھی) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ان کا دل صاف نہیں ہوا ۔ احمد امین نے فجر الاسلام اور اس کے بعد طٰحہ حسین نے اس کی نشاندہی کی ہے ۔ ممکن ہے یہ تجزیہ غلط ہو مگر یہ غلط نہیں کہ حرہ اور کربلا کے واقعات کو ان خلفیات سے جدا کرکے نہیں دیکھا جاسکتا " موصوف اپنے تبصرہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

" حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مخالفت نسبی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت سے وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا دل صاف نہیں رکھتے اور نہ ہی آپؐ سے اپنی بیزاری و کراہت کا اظہار کرنے کی جرات رکھتے ہیں وہ اس راستہ سے اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ترجمہ :

" ہم کو معلوم ہے کہ ان کی باتیں تم کو رنج پہنچاتی ہیں مگر تمہاری تکذیب

نہیں کرتے بلکہ ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں "

" اسی طرح یہ لوگ حضرت سیدنا حسینؓ سے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عناد کا اظہار کرتے ہیں "

مولانا ندوی کے اس حقیقت پسندانہ تبصرہ کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ واقعہ کربلا اور حرہ کو افسانہ بتانے والوں کے دل اپنے اسلاف کی حمایت میں آج تک رسالتمآبؑ سے صاف نہ ہوسکے ۔ وہ امام حسینؑ کی شہادت میں جو اہل سنت بالخصوص مکتب دیوبند کے نظریاتی رہنما اور جید عالم حضرت شاہ عبدالعزیز کی نظر میں آنحضرتؐ کی شہادت جہری ہے ، اشکال پیدا کرکے اور اور اس واقعہ کی یادگار تعزیہ داری پر نکتہ چینی کرکے حضور اکرمؐ سے عناد کا اظہار کرتے ہیں ۔ ایسی صورت میں یہ حضرات اگر طلقاء مکہ کی ناموس کی حفاظت کی خاطر کلام پاک ۔ احادیث رسولؐ اور تاریخ سے انکار کرتے ہوئے اسلام کی ہر حقیقت کو افسانہ قرار دیدیں تو کیا تعجب ہے ؟

ملک عضوض کے مداحوں کی لغو بیانی اور جھوٹے پروپیگنڈہ کی انتہا کہ یزید بن معاویہ کو " امیرالمومنین اور خلیفتہ المسلمین " بنایا جارہا ہے جس پر حافظ ابن کثیر ، امام احمد بن حنبل نیز ابن جوزی قاضی ابو الیعلیٰ ، علامہ تفتازانی ، علامہ جلال الدین سیوطی ، سید محمد آلوسی بغدادی ، مولوی عبدالحیؒ لکھنوی ، امام سمودی ، غزالی ثانی علامہ الکیاالہراسی فقیہ شافعی ، علامہ دمیری اور علامہ زرندی جیسے بزرگ اہل سنت عالموں ، محدثین اور مفسرین نے لعنت کو جائز رکھا (خلافت و ملوکیت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۸۲ ۔ ۱۸۳ امام پاک اور یزید پلید مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ۔ تاریخ

الخلفاء حافظ جلال الدین سیوطی ص ۲۰۸) اور خود اس کے خاندان کے ایک خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے جب اسے (یزید کو) امیرالمومنین کہا گیا تو کہنے والے کو ۲۰ کوڑوں کی سزا دی گئی (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶ ۔ خلافت و ملوکیت ص ۱۸۳ اور تاریخ الخلفاء حافظ جلال الدین سیوطی ۔ اردو ترجمہ ص ۲۱۰)

تاریخ طبری میں یہ بھی ذکر ہے کہ امیر معاویہ نے منبر رسولؐ کو اکھاڑ کر شام لیجانے کا ارادہ کیا (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۸۲ تا ۸۴ نفیس اکیڈمی اشاعت ۱۹۸۲ء) بنی امیہ سے متعلق حضور اکرمؐ کی احادیث سے بھی شاہان بنی امیہ کی سیاسی اصولوں کا پتہ چلتا ہے علامہ سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں ۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مخصوص اصحاب کو اسلام کے مستقبل سے باخبر کردیا تھا ان میں ایک حضرت ابوہریرہ بھی تھے وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیزوں کے ہاتھ سے ہوگی ۔ حضرت ابوہریرہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو سب کے نام گنادوں (لیکن نام نہیں گنائے کیونکہ یہ امیر معاویہ کے دور میں بنی امیہ کے ہم نوا تھے) یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح نکلی ، حضرت عثمانؓ کے عہد کا سیاسی طوفان ، ان کی شہادت پھر جمل کی لڑائی ، یہ سب چند نوخیز قریشی رئیس زادوں کے بے جا امنگوں کے نتائج تھے جیسا کہ عام تاریخوں میں مسطور ہے ۔ حضرت ابو ہریرہ سے متعدد روایتیں ہیں ۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ ۶۰ ہجری کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو اور دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس پر ایسے

حکمران نہ ہولیں ۔ حاکم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا عربوں پر افسوس اس مصیبت سے جو ۴۰ کے آغاز پر قریب آئے گی ۔ امانت لوٹ کا مال اور صدقہ و خیرات جرمانہ اور تاوان سمجھا جائیگا اور گواہی پہچان سے دی جائے گی اور فیصلے ہوا و ہوس سے ہوا کریں گے ۔ بہیقی میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ کے بازار میں یہ کہتے جاتے تھے کہ خداوند میں ۴۰ ہجری اور لڑکوں کی حکومت نہ پاؤں خدا نے ان کی یہ دعا قبول کی اور ۵۹ ہجری میں انہوں نے وفات پائی ۔ امیر معاویہ نے ۶۰ ہجری میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی ، مذہبی ، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولین شب تھی " (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندوی جلد سوم ص ۳۸۴ پی اے ایف بک کلب کمبائین پرنٹرس لاہور) اب یہ ناصبی بتائیں جو جنگ قسطنطنیہ سے فرضی ربط پیدا کرکے یزید کو " جنتی " ہونے کا سرٹیفکٹ دے کر ، لاتعداد صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کے عقائد پر شب خون مارتے ہیں ۔ ان کے محبوب راوی حضرت ابوہریرہ کی روایتیں صحیح ہیں یا ان کی گھڑی ہوئی احادیث ۔

صحیح تحریر فرمایا اخبار جنگ کے مستقل کالم نگار عالیجناب عبدالقادر حسن نے اپنے کالم میں جو اخبار جنگ ۳ ستمبر ۱۹۹۶ء کو شائع ہوا کہ ۔

" ہم مسلمانوں کی تاریخ بداعمال حکمرانوں اور خود غرض سیاستدانوں سے جس قدر بھری ہوئی ہے شاید اس سے زیادہ ان علماء سو کی بداعمالیوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے غلط اور ظالم حکمرانوں کو شرعی جواز دینے کی کوشش کی ہے اور ان کی حمایت کے لئے حدیث تک گھڑنے کی جسارت بھی کر گزرے ہیں ۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ جعلی اور موضوع حدیثوں کا بڑا ذخیرہ انہیں حکمراں پرست علماء کا کارنامہ ہے یا پھر ان علماء

کا جنہوں نے نسلی اور قبائلی مقاصد کو حدیثوں کے ذریعہ ہوا دی ہے اور اپنے اپنے فرقہ وارانہ عزائم کو ان کے واسطے سے مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے"

ناصبیوں نے عامتہ المسلمین میں جس طرح یہ پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے کہ شیعوں کا قرآن تحریف شدہ ہے یا یہ کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائیل ہیں فریضہ حج ادا نہیں کرتے جبکہ اگر وہ حضرات اہل سنت کی تفاسیر خاص طور سے " تفسیر اتقان " دیکھیں تو پتہ چل جائے کہ کون تحریف قرآن کا قائیل ہے شیعہ یا سنی مسلمان یا کوئی قدیم یا جدید قرآن دکھا دیں جو ان کے قرآن سے مختلف ہو۔ ہر سال حج کے ارکان کی ادائیگی کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں جس میں لاکھوں حاجی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے نظر آتے ہیں اور سخت دھوپ میں بغیر چھتری کے سفر کرتے ہیں نیز ایرانی شیعہ تو اپنے منفرد انداز سے پہچانے جاتے ہیں ۔ اس کے باوجود پروپیگنڈہ کہ شیعہ حج نہیں کرتے محض اس لئے عام کیا ہوا ہے کہ اہل سنت شیعوں کے قریب نہ جائیں کہیں حقائق معلوم کر کے مذہب نہ تبدیل کرلیں۔ اسی طرح تاریخ کے آئینہ میں کیونکہ ان کے اسلاف اور ممدوحین کے مکروہ چہرے نظر آتے ہیں اس لئے عام مسلمانوں میں یہ پروپیگنڈہ بھی کیا گیا ہے کہ اسلامی تاریخ کے اکثر مورخین شیعہ تھے جبکہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ نہ صرف تاریخ بلکہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تدوین ناصبی دور میں ہوئی ہے ۔ تاریخ اسلام کے تمام مورخین یا اہل سنت ہیں یا ناصبی ۔ مولانا مودودی نے اپنے تمام حوالوں پر جو انہوں نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں دیئے ہیں اہل سنت کی تفاسیرِ احادیث اور تواریخ سے لئے ہیں اور تفصیل سے بحث کی ہے کہ ان کے مصنف سب غیر شیعہ تھے ۔ اسی طرح علامہ شبلی نعمانی نے

اپنی معروف کتاب سیرت النبی کی جلد اول کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے کہ اسلامی تاریخ نویسی کی ابتداء امیر معاویہ کے دور میں شروع ہوئی " بنوامیہ نے حکماء علماء سے تصنیفین لکھوائیں ۔ امیر معاویہ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلا کر تاریخ مرتب کرائی ۔ عبدالملک بن مروان جیسے ظالم و جابر نے سعید بن جبیر سے حکماً قرآن مجید کی تفسیر لکھوائی جو عطا بن دینار کی تفسیر مشہور ہے ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سعد بن ابراہیم اور ابوبکر محمد بن عمر بن حزم انصاری سے جو اس زمانہ کے بہت بڑے محدث اور امام زھری کے استاد اور مدینہ کے قاضی تھے ان کو خاص طور سے احادیث جمع کرنے کا حکم بھیجا ۔ عاصم بن عمر متوفی ۱۲۱ ہجری جو مغازی اور سیر کے ماہر تھے حکم دیا گیا کہ مسجد دمشق میں بیٹھ کر لوگوں کو مغازی (جنگوں) اور مناقب (صحابہ کی تعریف) کا درس دیں ۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حدیث تفسیر اور تاریخ نویسی کا سلسلہ اموی دور ملوکیت میں شروع ہوا جب کہ حکومت کے خلاف زبان کھولنا آسان کیا ، اپنی موت کو دعوت دینا تھا اور وہ دور جس میں کربلا ۔ حرہ اور انہدام کعبہ کے واقعات پیش آئے ظالم و جابر افراد کا دور حکمرانی تھا ۔ حاکم وقت کے دولبوں کے درمیان سارا قانون تھا ۔ آج بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ جو شخص حکومت وقت کی مسلمہ سیاست کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اس کو کسی بھی بہانے سے گرفتار کرلیا جاتا ہے ۔ سزا دی جاتی ہے قتل کردیا جاتا ہے ۔ اس ڈر سے لوگ برملا حکومت کے خلاف زبان نہیں کھولتے حالانکہ اموی اور عباسی دور کی طرح چشم زدن میں ان کی گردنیں نہیں اڑا دی جاتیں ۔ انہیں دیواروں میں زندہ نہیں چن دیا جاتا لیکن خوف و ہراس کا اس دور میں یہ حال ہے تو جب یہ سب کچھ ہوتا تھا تو اس وقت کتنے ایسے دل گردے والے ہونگے جو

اپنے مشاہدات و تجربات کا ریکارڈ رکھ سکتے تھے لہذا قدرتاً سرکاری اعلامیوں کو وزنی ثابت کرنے اور حق گو افراد کی روایات کو مجروح کرنے کے اسباب موجود تھے ۔ اموی حکومت اور اس کے بعد بنی عباس ناصبی عقیدہ رکھتے تھے اس کا ایک نمونہ حضرت امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد اموی میں جو برتاؤ کیا گیا اور اس کا تذکرہ عام سیر و سوانح کی کتابوں میں موجود ہے کہ ان سے برسر ممبر حضرت معاویہ کے مناقب دریافت کئے گئے انہوں نے ایک حدیث سنائی جس میں ناصبیوں کو حضرت معاویہ کی توہین معلوم ہوئی ۔ انہوں نے ممبر سے گھسیٹ کر اتارا اور ان کے خصیوں پر لاتیں مارتے ہوئے باہر لائے اور اسی میں ان کی شہادت واقع ہوئی ۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں کلمہ حق کہنا کس کے بس میں تھا واضح رہے کہ امام نسائی وہ ہیں جن کی سنن ، صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے اور وہ شیعہ نہیں تھے بلکہ اہلسنت کے آئمہ میں ہیں " (مولانا عبداللہ عباس ندوی تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۰ مارچ ۹۲ اور گلدستہ نمبر ۲ ۔ خصائص نسائی اردو انگریزی ترجمہ مرتبہ ڈاکٹر سید ندیم الحسن نقوی شہید)

تاریخی واقعات کو افسانے بنانے والے ایک غیر معروف اسلامی جماعت کے امام نے چونکہ طبری کے تاریخی اعتبار کو مجروح کیا ہے لہذا اس سلسلہ میں مولانا مودودی کی وضاحت سے قطع نظر کیونکہ موصوف کو ناصبیوں نے کفر کے فتوے سے نوازہ ہوا ہے علامہ شبلی نعمانی کی طبری سے متعلق رائے نقل کی جائے ۔

" تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے ۔ امام طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ عام محدثین ان کے فضل و کمال ، وثوق اور وسعت علم کے معترف ہیں ۔ ان کی تفسیر احسن

التفاسیر خیال کی جاتی ہے ۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا " (سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۳ پی اے ایف بک کلب) طبری پر شیعیت کاالزام کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ترجمہ :-

" یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر (طبری) اسلام کے معتمد اماموں میں سے ایک بڑے امام ہیں تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً کامل ، ابن اثیر ، ابن خلدون ، ابوالفدا وغیرہ ان ہی کی کتاب سے ماخوذ ہیں اور اسی کتاب کے مختصرات ہیں " (سیرت النبی جلد اول ص ۲۳ پی اے ایف بک کلب)

دراصل ناصبیت کی بنیاد ہی اسلام میں جھوٹی بدگمانیاں پھیلانے پر قائم ہے وہ اپنے اسلاف کفار مکہ اور بعد میں طلقاء مکہ کہلائے جانے والوں کی بنی ہاشم ، انصار مدینہ اور دیگر اصحاب کے ہاتھوں ہزیمت کیسے بھول سکتے ہیں

جب ناصبیوں کو حضرات اہل سنت کے درج بالا بیانات کی طرح دیگر حوالوں سے یہ پروپیگنڈہ ناکام ہوتا نظر آیا کہ زیادہ تر مورخین شیعہ تھے اور یہ کہ تاریخ پر کیا اعتبار یہ قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے تو ایک نئے رخ سے عامتہ المسلمین کو قرآن و سنت کے نام پر دھوکا دینا شروع کیا کہ ہم صرف قرآن و حدیث سے مرتب کی گئی تاریخ پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ اس پروپیگنڈے میں انہیں حسب منشاء قرآنی آیات کے ترجمہ اور تفسیر کرنے اور فرضی واقعات کو حدیث کا نام دے کر بیان کرنے کاموقع نصیب ہوا کیونکہ عامتہ المسلمین کی غالب ترین اکثریت کو نہ قرآن فہمی ہے اور نہ حدیث کے متعلق جانتے ہیں ۔ اسی لئے دھوکا کھارہے ہیں ورنہ زیادہ نہیں

اگر یہ حضرات قرآن کی سورہ منافقون سے متعلق اصحاب کے نام ہی بتا دیں یا سورہ توبہ آیت ۲۵ پڑھ کر جنگ حنین کے بھگوڑوں کے نام بتا دیں یا سورہ آل عمران آیت ۵۴ پڑھ کر مکر کرنے والوں کے نام بتادیں، سورہ احزاب آیات ۱۰ تا ۱۹ کے مطابق کن اصحاب کا میدان چھوڑ کر بھاگنا مقصود تھا اور سورہ توبہ کے متعلق بھی تحریر کردیں کہ کون مکروفریب سے رسول اکرمؐ کو چھوڑ گئے تھے۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ کلام پاک میں سب خشک و تر موجود ہے لیکن تفصیلات تو نماز روزہ حج اور زکواۃ کی بھی نہیں جو سرکار دو عالم کے قول و فعل، احادیث سے معلوم ہوئیں اور غزوات کی تفصیل تو احادیث میں بھی نہیں ورنہ بنو امیہ مغازی (حالات جنگ) کیوں لکھواتے۔ نیز قرآن و حدیث کا سلسلہ تو رحلت رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد ختم ہوگیا۔ اب کیسے معلوم ہو کہ سرکار دو عالمؐ کی تجہیز و تکفین کب اور کیسے ہوئی۔ ثقیفہ بنی ساعدہ میں کیا کچھ ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے خلاف بغاوت کے کیا اسباب تھے۔ فتح مکہ اور کفار قریش بالخصوص بنی امیہ نے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد اسلامی معاملات پر کیسے قابو پالیا۔ حضرت عمرؓ کی نامزدگی کس طرح عمل میں آئی حضرت عمرؓ نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ کے افراد میں صرف قبیلہ قریش کے چھ افراد کو کس وجہ سے نامزد کیا۔ باقی اصحاب و انصار اور مسلمانوں کو مشورہ کے حق سے کیوں محروم کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کے اسباب کیا تھے حضرت علیؑ کن حالات میں اور کس طرح خلیفہ منتخب ہوئے۔ بنی امیہ کے دور میں کن کن اصحاب رسولؐ اور بزرگ شخصیتوں کو قتل کیا گیا اور کن کن کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ خاندان رسالت اور انصار مدینہ اور اصحاب رسولؐ کو رسالتمآبؐ کے بعد کس طرح محرومیوں کا

شکار بنایا گیا ۔ رسول اکرمؐ کے نواسوں کو کس کس نے کیسے شہید کیا ۔ حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کو کس نے اور کیوں تباہ کیا ، کربلا کیوں واقع ہوئی ۔ مدینہ کیوں تاراج ہوا ۔ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ دو مرتبہ کس کس نے اور کیوں ڈھایا اور جلایا ؟

عظمت صحابہ کے نام پر مسلمانوں میں افتراق پیدا کرکے اور فرقہ واریت کو فروغ دے کر مملکت پاکستان کے درپۓ آزار بنائیں کہ ۱۱ ھجری کے بعد کے واقعات کو قرآن اور حدیث میں کیسے تلاش کیا جائے ۔ ناموس صحابہ کے نام پر قربانی دینے والے ہی بتائیں کہ ان کا کیسا مذہب ہے کہ مقتول بھی رضی اللہ اور قاتل بھی " جنتی " خلافت راشدہ انہیں تسلیم لیکن خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت و جنگ کرنے والے بھی محترم بلکہ نسبتاً زیادہ محبوب اور ممدوح

ناصبیوں نے اپنے بے پناہ وسائل سے شائع کردہ لٹریچر ، اپنے مدرسوں میں زنجیروں میں مقفل ہوکر طوطے کی طرح رٹنے والے طالب علموں کے ذریعہ جو نمازوں اور مذہبی تقریبات میں خطبے دیتے ہیں عامتہ المسلمین کو ایک اور غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ان کا تعلق سنی مسلک دیوبند سے ہے جبکہ ان کے نظریات اس مکتب فکر سے نہ صرف مختلف بلکہ متصادم ہیں جیسا کہ ان کے پیش کردہ ناموس صحابہ بل سے واضح ہوا کہ ان حضرات نے اس بل میں خلفاء راشدین میں صرف حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کا تذکرہ کیا ہے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؑ کا کوئی ذکر نہیں جو خارجی نظریہ ہے نیز ان حضرات کی واقعات کربلا اور حرہ سے متعلق رائے بھی علماء دیوبند ہی سے نہیں بلکہ ابن تیمیہ سے بھی مختلف ہے جیسا کہ جناب مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی استاد جواہر لال یونیورسٹی دہلی نے تحریر

فرمایا کہ " حضرت حسینؑ کا یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا دینی طبقے کی رائے عامہ کا مظہر اور بہت بڑی علامت تھا ۔ کسی نے اس اقدام کو غلط قرار نہیں دیا ۔ حضرت حسینؑ کی شہادت پر پوری امت کو اتفاق ہے تمام اہل سنت ان کے طرفدار اور حامی ہیں ۔ امام احمد حنبل کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کو پسند نہیں کر سکتا (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں

" جس شخص نے حضرت حسینؑ کو شہید کیا ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا ۔ اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور عام لوگوں کی لعنت ، اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دور کریگا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا "
(فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۸۷)

اور مجدد الف ثانی کہتے ہیں

" یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرہ فاق میں داخل ہے (مکتوبات امام ربانی جلد ۱ مکتوب ۲۱۵ ، ماخوذ از حادثہ کربلا کا پس منظر ۔ مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی مطبوعہ مجلس علمی بی ۱۲۱ ذاکر باغ اوکھلا روڈ دہلی صفحہ ۱۸ تا ۶۵) اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نے تحریر فرمایا " ہجری سنہ کے ساٹھویں (اکسٹھویں) برس کربلا کا واقعہ ظہور میں آیا ۔ یہ حادثہ اس درجہ المناک اور درد انگیز تھا اور اس کے سیاسی اثرات اس درجہ قوی اور وسیع تھے کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کی یادگار ایک ماتمی یادگار کی حیثیت اختیار کرتی گئی جیسا کہ ابتداء میں تحریر کیا گیا (رسول رحمت ص ۱۹۷)

اگر پہلی صدی ہجری میں ناصبیوں کے ممدوحین کے زندگی کے

کارناموں کا غیر متعصبانہ اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو ان کی ایسی تصویر ابھر کر سامنے آئے گی جسے دیکھ کر ہر غیر جانبدار اور سمجھدار انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ صدر اول میں ہی اسلام دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ایک خدا ترس عدالت پسند اور صحیح معنوں میں قرآن و حدیث کے احکامات پر عامل مسلمانوں کا طبقہ جو ہمیشہ اقلیت میں رہا اور دوسرا جاہ پسند اسلام کو حکومت کے حوالے سے سمجھنے والا۔ ظالم و جابر، ارتکاز دولت میں مبتلا قرآن حدیث کے احکامات سے لاتعلق جو ہمیشہ اکثریت میں رہا۔ اسلام ہی پر کیا منحصر ہے ابتدائے آفرینش یعنی ہابیل و قابیل سے نیکی و بدی کی جنگ جاری ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویٰ سے شرار بولہبی
(اقبال)

موسیٰ و فرعون و شبیرؑ یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید
(اقبال)

حق و باطل کی جنگ شروع سے جاری ہے اور جاری رہے گی اس لئے محبان محمدؐ و آل محمدؐ کے مقابلہ میں ناصبی بھی رہینگے جو اپنی من گھڑت روایتوں پر مشتمل تحریریں شائع کرتے رہیں گے، مسلمانوں کو بھکاتے رہینگے اور اگر وہ یہ سب کچھ نہ کریں تو حق کیسے ظاہر ہو لیکن باطل کے بطلان اور حق کے اظہار کے لئے تاریخی حقائق کو بتانا بھی محمدؐ و آل محمدؐ اور اصحاب منتجبینؓ کے چاہنے والے حسینیوں کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ

یزیدیت کے مکروہ چہرہ سے نقاب اٹھا کر مسلمانوں کو یزیدیوں کا اصل چہرہ دکھا کر ناصبیت اور خارجیت کا پردہ چاک کرتے رہیں تاکہ مملکت پاکستان میں جو شیعہ سنی مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی ، اسلام کے نام پر مسلک دیوبند کی چادر اوڑھ کر ناصبی ملک عضوض کی سنت اور جاہلی انقلاب کے لئے راہ ہموار نہ کر سکیں

واقعہ کربلا سے تو بچہ بچہ واقف ہے تاہم واقعہ حرہ کا عام تذکرہ نہیں ہوتا اور چونکہ افسانہ کربلا ، حرہ ، جمل و صفین تحریر کرنے والے کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علامہ طبری کے علاوہ کسی مورخ نے واقعہ حرہ تحریر نہیں کیا جبکہ یہ وہ مشہور واقعہ ہے جسے مشرق و مغرب کے ہر مورخ اور لاتعداد ذمہ دار مسلمان محدثین ، مورخین اور علماء اہل سنت نے تحریر کیا ہے اور شاید ہی تاریخ کی کوئی کتاب ہو جس میں اس واقعہ فاجعہ کا کم و بیش تذکرہ نہ ہو ۔ اس مختصر کتابچے میں ان سب کے حوالے دینا ممکن نہیں کیونکہ اس کے لئے کئی ضخیم جلدیں درکار ہونگی لہذا ناصبیوں کے پسندیدہ فقیہ ، محقق اور رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن ابن خلدون اندلسی کو حجت تسلیم کرکے ان کی مشہور کتاب تاریخ ابن خلدون کے اردو ترجمہ شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی طبع دہم ۱۹۸۸ء کے صفحات ۱۲۲ تا ۱۲۷ سے واقعہ حرہ نقل کیا جائے ۔ نیز واقعہ حرہ سے متعلق حضرات اہل سنت کے ہر مکتب فکر کے جید علماء کی آراء بھی نقل کی جائیں اور چونکہ واقعہ جمل اور صفین کو بھی افسانہ بنایا جارہا ہے لہذا اس ضمن میں بھی ایک جید سنی عالم کی رائے نقل کردی جائے ۔ اس کے بعد بھی اگر تاریخ اسلام کے حقائق محض اس لئے افسانے سمجھے جائیں کہ ان واقعات سے بنی امیہ کے کرداروں کی تنقیص ہوتی ہے تو پھر اسلامی تاریخ کا ہر واقعہ ہی نہیں

بلکہ ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ یہ حضرات طلقاء مکہ کے عشق میں
خاکم بدہن قرآن و حدیث اور اسلام کو ہی افسانہ قرار دیدیں گے۔

آخر میں ایک گذارش کہ اگر درج بالا مستند حوالوں کے باوجود طلقاء مکہ کے حامی اور ناصبی اپنے ممدوحین اور خاص طور سے یزید بن معاویہ اور مروان بن الحکم کو "خلیفتہ المسلمین اور امیر المومنین" اور مسلم بن عقبہ کو الصحابہ کلھم عدول کے تحت "محفوظ" صحابی سمجھتے ہیں نیز حجاج بن یوسف کو خیر پر جانتے ہیں تو انہی کی تحریر کردہ ایک مثال لایستوی اصحاب النارو اصحاب الجنہ اور حدیث المرمع من احب (مرد کا حشر اس جماعت کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے) کے مطابق صمیم قلب سے دعا کیا کریں کہ قیامت کے دن ان کا حشر مروان بن الحکم اور مسلم بن عقبہ جیسے صحابیوں اور یزید اور حجاج جیسے حکمرانوں کے ساتھ ہو۔ محبان محمدؐ و آل محمدؐ جو نماز اور اپنی تحریر و تقریر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آل رسولؐ پر درود پڑھتے اور لکھتے ہیں دعا کیا کریں کہ ان کا حشر رسول اکرمؐ اہلبیت رسولؐ و اصحاب اخیارؓ کے ساتھ ہو۔ اور ساتھ میں یہ بھی دعا کیا کریں کہ مملکت پاکستان جو شیعہ سنی مسلمانوں کی عظیم قربانیوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئی فرقہ واریت سے محفوظ اور قائم و دائم رہے (آمین)

سید محمود الحسن رضوی

۱۳ رجب ۱۴۱۷ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ حرہ

۶۳ھ میں یزید کی طرف سے عثمان بن محمد بن ابی سفیان امیر مدینہ ہوکر آیا اور اسی زمانہ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبداللہ ابن حنظلہؓ و عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی و منذر بن الزبیر وغیرہ شرفاء مدینہ تھے شام کو روانہ کیا یزید نے ان لوگوں کی بہت بڑی عزت کی ، عبداللہ بن حنظلہؓ کو علاوہ خلعت کے ایک لاکھ درہم اور باقی لوگوں کو دس دس ہزار درہم دے کر رخصت کیا ۔ جب عبداللہ بن حنظلہؓ واپس آئے تو اہل مدینہ ملنے کو حاضر ہوئے اور حال دریافت کیا ، عبداللہ نے جواب دیا کہ " ہم ایسے نا اہل کے پاس سے آتے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی مذہب ، شراب پیتا ہے راگ باجا سنتا ، واللہ اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا " حاضرین نے کہا " ہم نے سنا ہے کہ یزید نے تو تمہاری بہت بڑی عزت کی ، خلعت اور جائزہ دیا " عبداللہ بولے " ہاں اس نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس وجہ سے اس کو قبول کرلیا ہے کہ اس کے مقابلے کی ہم میں قوت آجائے ۔ اہل مدینہ یہ سنکر یزید سے اور زیادہ متنفر ہوگئے ، عبداللہ بن حنظلہؓ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی ، لوگوں نے بہ کمال خوشی و رغبت منظور کیا۔ "

بنو امیہ کا مدینہ سے اخراج

عثمان بن محمد نے یہ کل واقعات یزید کو لکھ بھیجے ، یزید نے ایک تنبیہ آمیز فرمان اہل مدینہ کے نام لکھ بھیجا ، جس کو اہل مدینہ دیکھ کر سخت برہم ہوئے ، انصار نے اپنی سرداری کے لئے عبداللہ بن حنظلہؓ کو اور

قریش نے عبداللہ بن مطیع کو منتخب کیا اور بالاتفاق سب نے عثمان بن محمد و مروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا۔ جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے عمرو بن سعید کو مدینہ منورہ پر فوج کشی کا حکم دیا، اس نے انکار کیا، پھر عبداللہ بن زیاد کو لکھا اس نے بھی عذر پیش کیا۔ تب یہ خدمت مسلم بن عقبہ مری کے سپرد کی گئی، بارہ ہزار آدمیوں کو لے کر یہ روانہ ہوا، یزید مشایعت کی غرض سے تھوڑی دور تک ساتھ آیا اور چند احکام کی پابندی کی ہدایت کر کے واپس آیا، کہ اگر تم کو کوئی ضرورت پیش آئے تو حصین بن نمیر کو سردار مقرر کرنا، اہل مدینہ کو تین روز غور و فکر کرنے کی مہلت دینا، اگر اس اثناء میں وہ اطاعت قبول کرلیں تو درگذر کرنا ورنہ جنگ کرنے میں تامل نہ کرنا اور جب ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو تین روز تک قتل عام کا حکم جاری رکھنا۔ مال و اسباب جو کچھ لوٹا جائے وہ سب لشکریوں کا ہے۔ علیؑ بن حسینؑ سے کچھ معترض نہ ہونا کیونکہ ہم کو یہ امر یقینی معلوم ہوگیا ہے کہ ان کو اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں ہے"

مدینہ کی حاکہ بندی

"جب اہل مدینہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے بنی امیہ کا مروان کے گھر میں نہایت سختی سے حصار کرلیا اور بالآخر یہ عہد و پیمان لے کر آزاد کیا" کہ آئندہ وہ جنگ سے کنارہ کریں گے، دوسرے کے ساتھ ہو کر اہل مدینہ کی مخالفت نہ کریں گے اور کسی راز کو جو اہل مدینہ کے خلاف ہوگا ظاہر نہ کریں گے۔ مسلم بن عقبہ سے اور ان لوگوں سے وادی القریٰ میں ملاقات ہوئی، عمرو بن عثمان بن عفان سے اہل مدینہ کا حال دریافت کیا، انہوں نے بتلانے سے انکار کیا لیکن ان کے اور ہمراہیوں نے بتلادیا مسلم بن عقبہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے ذی نخلہ ہوتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا اور اہل مدینہ سے کہلا بھیجا "امیرالمومنین چونکہ تم

لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی تمہاری خونریزی پسند نہیں کرتا ، اس وجہ سے میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں ، پس اگر اس اثناء میں تم لوگوں نے راہ راست اختیار کرلی تو فبہا ، میں فوراً مکہ واپس چلا جاؤں گا اور اگر تم کو کچھ عذر ہو تو اس کو بیان کرو " جب یہ میعاد گذر گئی تو مسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرو گے یا صلح ؟ اہل مدینہ نے کہا " ہم جنگ کریں گے " مسلم نے سمجھایا کہ جنگ نہ کرو بلکہ امیر کی اطاعت قبول کرلو ، اس میں تمہاری بہتری ہے ۔ اہل مدینہ اپنی رائے پر جمے رہے بالآخر صف آرائی کی نوبت آئی ۔

لڑائی کا آغاز

عبدالرحمن زہیر بن عوف خندق پر متعین کئے گئے جس کو اہل مدینہ نے بطور شہر پناہ کے کھود کر بنایا تھا ، عبداللہ بن مطیع قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ کی ایک سمت پر ، معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کی ایک ٹکڑی لئے ہوئے دوسری جانب مامور ہوئے ۔ اور ان سب کی افسری عبداللہ بن حنظلہؓ کو دی گئی ، انہوں نے ایک بڑے لشکر کو لے کر کوفہ کے راستے کی ناکہ بندی کرلی ، مسلم بن عقبہ اپنے ہمراہیوں کو مرتب کرکے حرہ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ، عبداللہ بن حنظلہؓ مقابلہ پر آئے اور اس مردانگی سے دست بدست لڑے کہ سواران شام کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا مسلم نے للکار کر پیادوں کو آگے بڑھایا ، فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے بہ اجازت عبداللہ بن حنظلہ بیس سواروں کو لے کر مسلم پر حملہ کیا ، شامی پیادوں کے رخ پھر گئے ، منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے ، اس کے بعد عبداللہ نے حسب درخواست فضل بن عباس کل سواران مدینہ کو ان کی ماتحتی میں بھیج دیا ۔ فضل بن عباس نے اس قدر تیزی سے حملہ کیا کہ لشکر شام کا نظام جاتا رہا ، سوار و پیادوں کی ترتیب درہم برہم ہو گئی ۔

اہل مدینہ کی پسپائی

مسلم کے اردگرد صرف پانچ سو پیادوں کی جماعت باقی رہ گئی باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے ۔ فضل نے پہنچ کر مسلم کے علم بردار پر یہ سمجھ کر کہ یہ مسلم ہے اس زور کا وار کیا کہ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر گلے میں گھس گئیں ۔ ہاتھ سے علم گر گیا اور ساتھ ہی خود بھی ٹھنڈا ہوگیا ، فضل جوش مسرت سے چلا اٹھے قتلت طاغیته القوم و رب الکعبته (واللہ میں نے گمراہ قوم کے سردار کو قتل کر ڈالا) مسلم بن عقبہ بولا " تم نے دھوکا کھایا وہ ایک رومی غلام تھا " فضل نے جھپٹ کر علم اٹھا لیا ۔ مسلم نے لشکر شام کو للکارا ، سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا ، بالآخر لڑتے لڑتے فضل شہید ہوگئے تب اس نے اپنے ہمراہیوں کو عبداللہ بن حنظلہؓ کی طرف بڑھایا ۔ جس وقت عبداللہ بن حنظلہؓ اپنی رکاب کی فوج کو لشکر شام پر حملہ کرنے کو ابھار رہے تھے ، حصین بن نمیر و عبداللہ بن عضاۃ الاشعری اپنے اپنے کمان کی فوجیں لئے ہوئے عبداللہ بن حنظلہؓ اور ان کے ہمراہیوں پر تیر باری کرتے ہوئے بڑھے ، عبداللہ بن حنظلہؓ نے پکار کر کہا " جو شخص تیزی کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہو وہ اس علم کو لے " لوگ یہ سنتے ہی دوڑ پڑے اور نہایت دلیری سے یکے بعد دیگرے لڑلڑ کر شہید ہونے لگے ، یہاں تک کہ عبداللہ بن حنظلہؓ کے کل لڑکے اور ان کے اخیافی بھائی محمد بن ثابت بن قیس شماسی ، عبداللہ بن زید بن عاصم ، اور محمد بن عمرو بن حزم انصاری ، عبداللہ بن موہب ، وہب بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود ، عبداللہ بن عبدالرحمن ابن خاطب ، زبیر بن عبدالرحمن بن عوف ، و عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب نے میدان جنگ میں جام شہادت پیا ، ان لوگوں کے شہید ہوتے ہی لشکر مدینہ بھاگ کھڑا ہوا۔

مدینہ میں قتل عام

مسلم بن عقبہ قتل و غارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا، تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا، شامی لشکر نے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا، اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان اشجعی، محمد بن ابی حذیفہ، محمد بن الجہم وغیرہ کو گرفتار کرا کے قتل کرادیا۔ اس واقعہ میں تین سو چھ (۳۰۶) آدمی شرفاء قریش و انصار اور ان کے علاوہ قبائل و موالی اس تعداد کے دہ چند کام آئے، چوتھے روز جب مسلم بن عقبہ قتل و غارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کی غرض سے اہل مدینہ کے پیش کیے جانے کا حکم دیا لشکریان شام چاروں طرف پھیل گئے، جو جہاں ملتا تھا اس کو پکڑلاتے تھے اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا تھا تو فوراً قتل کردیا جاتا تھا۔

مکہ کا محاصرہ

اس واقعہ سے فارغ ہوکر مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کو مرتب کرکے بقصد جنگ عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا اور مدینہ منورہ میں روح بن زنباع جذامی کو اپنا نائب مقرر کیا، جس وقت مقام ابواء میں پہنچا بیمار ہوگیا، جب اس کو اپنی زیست کی امید نہ رہی تو وہ حصین بن نمیر کو طلب کرکے لشکر شام پر اپنا قائم مقام کرکے مر گیا۔ حصین بن نمیر لشکر شام کو لئے ہوئے ۲۶ محرم ۶۴ ھ کو مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گیا۔ اہل مکہ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا، ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور لڑائی کی طرفین سے تیاریاں شروع ہوگئیں، عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر اہل مکہ و حجاز نے بیعت کرلی تھی اور وہ لوگ بھی آکر ان کے پاس جمع ہوگئے تھے جو واقعہ حرہ سے بھاگ آئے تھے اور کچھ لوگ بغرض امداد خوارج کی طرف سے آگئے تھے۔ عبداللہ بن زبیر شامی لشکر سے مقابلہ کی غرض سے مکہ معظمہ سے باہر آئے۔ سب سے پہلے ان کے بھائی منذر بن زبیر نے میدان میں نکل کر شامیوں کو للکارا۔ لشکر شام سے ایک

شخص نکل کر مقابلے پر آیا ، دو دو ہاتھ چلے ، شامی مارا گیا ، دوسرے نے جونہی قدم آگے بڑھائے منذر نے ایک تیرا ایسا مارا کہ وہ بھی اپنی جگہ پر ٹھنڈا ہوگیا۔ لشکر شام نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً حرکت کی اور جنگ مغلوبہ شروع کردی ۔ ایک طرف سے مسور بن مخزمہ مصعب بن عبدالرحمن بن عوف بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے ، دوسری جانب سے عبداللہ بن زبیر شامیوں کو روک رہے تھے صبح سے شام تک لڑائی کا یہی انداز رہا شام ہوتے ہی فریقین ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے ، یہ واقعہ پہلے دن کے محاصرے کا ہے۔

یزید کا انتقال

اس کے بعد حصین بن نمیر نے کوہ ابوقبیس و قعیقعان پر منجنیقیں نصب کرادیں جو شب و روز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھیں ۔ کوئی شخص طواف نہ کرسکتا تھا ، بقیہ ماہ محرم اور پورا مہینہ صفر کا اسی حالت سے گذر گیا ، یہاں تک کہ ربیع الاول کی بھی تیسری تاریخ آگئی شامیوں نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی ، چھت اور پردے جل کر راکھ ہوگئے ۔ ہنوز لڑائی کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ یزید مر گیا اور اس کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر کو قبل اس کے کہ حصین بن نمیر کو معلوم ہوئی ، پہنچ گئی ۔ عبداللہ بن زبیر نے پکار کر کہا " ارے کم بختو اے عدواللہ ! اب تم کیوں لڑ رہے ہو تمہارا گمراہ سردار مر گیا " (تاریخ ابن خلدون اردو حصہ دوم ص ۱۲۲ تا ۱۲۷ ۔ نفیس اکیڈمی کراچی طبع دہم ۱۹۸۶ء)

صاحب اوجزالمسالک کا بیان

شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب نے اوجزالمسالک ، شرح موطا امام مالک میں حرہ کی مظالم کی جو ہولناک تفصیل کتاب المیراث ، واقعہ حرہ کی شرح میں بیان فرمائی ہے ، اس کا خلاصہ جیسا کہ ملک غلام علی

صاحب نے اپنی کتاب " خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ " شائع کردہ اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور اشاعت نہم ص ۳۷۹ پر تحریر کیا ہے جو درج ذیل ہے ۔

" یزید کا لشکر جو مدینے پر حملہ آور ہوا تھا ، اس میں ستائیس ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیادہ تھے ۔ تین دن تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا ۔ دو ہزار خواتین کی آبرو ریزی ہوئی ۔ قریش و انصار کے سات سو نمایاں افراد شہید ہوئے اور موالی ، عورتوں بچوں کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی پھر ابن عقبہ نے لوگوں کو اس طرح بیعت پر مجبور کیا کہ وہ اس کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کی جان بخش دے ، چاہے تو قتل کردے حضرت سعید بن مسیب کا بخاری میں بیان ہے کہ اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی نہ بچا ۔ اہل مدینہ اول روز سے امارت یزید سے نفرت رکھتے تھے۔ انہیں اس کے فسق و فجور ، شراب نوشی ، ارتکاب کبائر اور ہتک حرمات کی معلومات ملیں تو انہیں نے امارت ماننے سے انکار کردیا ۔ عبداللہ بن حنظلہؓ الغسیل فرماتے تھے کہ خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھے جب ہم ڈرنے لگے کہ ہم پر پتھروں کی بارش نہ ہو ۔ یہ شخص امہات اولاد سے نکاح کرتا تھا ، شراب پیتا تھا اور نماز کو ترک کردیتا تھا ۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ حادثہ حرہ کے بعد کوئی بدری صحابی زندہ نہ رہا ۔ ابن عقبہ نے یزید کو لکھا کہ ہم نے دشمنوں کو تہ تیغ کردیا ہے جو سامنے آیا اسے قتل کیا جو بھاگا اس کو جالیا اور جو زخمی ہوا اس کا کام تمام کیا ۔ "

رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین الشیخ عبدالحق محدث دہلوی

" علامہ قرطبی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں جو لوگوں کے مدینہ منورہ کو چھوڑنے اور ترک اقامت کرنے کا ذکر آتا ہے اس کا اصل سبب واقعہ حرہ ہی ہے مدینہ منورہ ایک زمانہ میں بڑا بارونق اور آباد

شہر تھا اس میں صحابہ کرام اور تابعین آباد تھے لیکن اس کے بعد پھر فتنوں کا دور دورہ شروع ہوا اور لوگوں نے ان فتنوں کے خوف سے مدینہ منورہ سے رحلت کر جانے کو پسند کیا، اور اس متبرک اور عالی مقام کو جو رحمت الہیٰ اور منبع خیر و برکات تھا چھوڑنے پر مجبور ہوگئے ۔ یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ مرئی کو ملک شام کا ایک عظیم لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ و قتال کے لئے روانہ کیا چنانچہ ان ناعاقبت اندیشوں نے نہایت ذلت و خواری اور بے دردی و سفاکی کے ساتھ ان بزرگ حضرات کو شہید کر ڈالا تین روز تک مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلواۃ والسلام) کی بے حرمتی کی کہ الامان و الحفیظ ۔ اس حادثہ کا نام واقعہ حرہ اسی مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ یہ سانحہ حرہ واقم میں پیش آیا تھا، جو مسجد نبوی سے ایک میل کی مسافت پر واقع ہے اس سانحہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار علماء اور بہترین تابعین شہید ہوئے اور عوام الناس میں سے سوائے عورتوں اور بچوں کے تقریباً دس ہزار آدمی شہید ہوئے، اور سات سو حافظ قرآن پاک شہید ہوئے اور قریش کے سات آدمی شہید ہوئے، ان بدنصیبوں نے فسق و فجور اور بلوہ و فساد اور حرام کاری و زنا کو خوب عام کیا ۔ حتیٰ کہ روایتوں میں آتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے حرام بچوں کو جنم دیا تھا، ان لوگوں نے مسجد نبوی کی حرمت کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے حتیٰ کہ خاص وہ مقام جس کو روضہ شریف کہتے ہیں جو منبر شریف اور روضہ اطہر کے درمیان میں واقع ہے اور جس کے بارے میں صحیح احادیث میں مروی ہے کہ وہ روضتہ من ریاض الجنۃ ہے (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) اس میں گھوڑوں کو باندھا اور گھوڑوں نے لید کی ۔ ان بلوائیوں نے لوگوں سے جبراً یزید کی غلامی پر بیعت لی کہ خواہ یزید تم کو بیچے یا آزاد کرے ۔ چاہے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف تم کو بلائے یا معصیت و گناہ پر آمادہ

کرے ، اس وقت جب حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے سامنے قرآن و سنت کی مطابق بیعت لینے کو کہا تو اس نے اسی وقت ان کو شہید کروادیا۔

علامہ قرطبی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ لوگوں سے بالکل خالی رہا ، اور وہاں میوے اور پھل چوپائیوں کے کھانے میں آئے اس زمانہ میں کتوں اور دوسرے جانوروں نے مسجد نبوی کو اپنی آرام گاہ بنالیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی خبر دی تھی وہ پورے طور سے واقع ہوئی (روضۃ المحبوب ترجمہ جذب القلوب الیٰ دارالمحبوب (تالیف فارسی رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین الشیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ترجمہ محمد احمد قادری ۔ مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی ناشر حضرت مولانا محمد انعام کریم صاحب ناظم کتب خانہ علم شریعہ مدینہ منورہ ص ۴۹ ـ ۴۸)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلویؒ فرماتے ہیں

" اس خبیث (یزید) نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ سکینہ پر بھیج کر سترہ سو مہاجرین و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہل مدینہ لوٹ اور قتل اور انواع مصائب میں مبتلا رہے اور فوج اشقیاء نے مسجد اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی ۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بجبر بیعت لی کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے ۔ جو کہتا میں خدا و رسولؐ کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے ۔ جب رسولؐ اللہ کے گھر کی بے حرمتی کرچکے تو خانہ خدا پر چلے ۔ راہ میں مسلم بن عقبہ مر گیا۔ حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ پہنچ کر بیت اللہ کو جلادیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم و ستم کیا (احسن الوعاء ص ۵۶ ، ماخوذ از

امام پاک اور یزید پلید مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ص ۶۱)

تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی

مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی فرماتے ہیں کہ " اس بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کیا وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ امام حسینؓ کے قتل کے بعد اہل بیتؓ کی اہانت اور مدینہ منورہ کے خراب کرنے اور وہاں کے رہنے والوں کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا اور اس واقعہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی اور اس کے بعد لشکر نے حرم مکہ معظمہ پر چڑھائی کی (ماخوز از امام پاک اور یزید پلید مولانا محمد شفیع اکاوڑوی ص ۴۲)

فاضل جلیل حضرت علامہ مولینا محمد شفیع اوکاڑویؒ نے تحریر فرمایا کہ " ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں سات سو صحابہ کرام اور ان کی اولاد اور اہل مدینہ چھوٹے بڑے دس ہزار کی تعداد میں ظلم و تشدد کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ تین دن کے لئے مدینہ منورہ کو مباح قرار دے کر یزیدی فوج نے گھروں میں گھس کر جوار رسولؐ میں رہنے والی پاک دامن عورتوں کی عزت و آبرو کو لوٹا۔ ۶۴ ہجری میں مکہ مکرمہ پر حملہ ہوا جس میں بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی ہوئی منجنیق کے ذریعہ بیت اللہ پر سنگ باری کی گئی جس سے بیت اللہ کی دیواریں ہل گئیں۔ غلاف شریف جل گیا علاوہ ازیں بعض حلال کو حرام کردیا گیا۔ انہیں ظالمانہ اور انتہائی شرمناک واقعات " جنہوں نے دنیا اسلام کو لرزہ براندام کردیا تھا " کی بناء پر بعض اکابرین امت نے یزید پر کفر تک کا حکم لگا دیا اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دے دیا " (امام پاک اور یزید پلید مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ص ۵۶)

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی (دیوبندی)

اپنی مشہور کتاب " یزید کی شخصیت اہلسنت کی نظر میں " کے صفحہ ۳۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں " خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید علماء اہل سنت و جماعت کی تحقیق کے مطابق عقیدہ و عمل دونوں کے اعتبار سے نہایت خراب آدمی تھا ۔ اس کے عقیدہ میں دو خرابیاں تھیں ۔

۱۔ ناصبیت یعنی حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عداوت ۔ چنانچہ حضرت (قاسم) نانوتویؒ کی یزید کے بارے میں تصریح ہے کہ " ازروسائے نواصب است اور مورخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبیؒ میر اعلام ابھلاء میں فرماتے ہیں ۔

" یزید بن معاویہ ناصبی تھا ، سنگدل ، بدزبان غلیظ جفا کار ، مے نوش ، بدکار ۔ اس نے اپنی حکومت کا افتتاح حسین شہیدؓ کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ (کے قتل عام) پر اس لئے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہو سکی حضرت حسینؓ کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف محض اللہ فی اللہ خروج کیا جیسے کہ حضرت حذیفہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۲۔ " ارجاء " یعنی ناصبی ہونے کے ساتھ مرجی بھی تھا .... اور رہی اس کی بد عملی سو اس کے اعمال قبیحہ اور حرکات شنیعہ کی تفصیل سے اس مقالہ کے اوراق پر ہیں اب خود ہی سوچ لیجئے کہ اس جیسے نابکار و نالائق شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اس کے گن گانا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے "

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

صاحب تفہیم القران اور بانی جماعت اسلامی مولانا مودودی نے بنو امیہ کی حکومت کو اسلام کا انقلاب معکوس ( ) COUNTER-REVOLUTI ملک عضوض

(TYRANT-KINGDOM) اور جاہلی انقلاب قرار دیا ہے (تجدید و احیاء دین مولانا مودودی ص ۳۶ اور ۵۶) موصوف اپنی مشہور کتاب " خلافت و ملوکیت " مین تحریر فرماتے ہیں

حضرت معاویہ کے عہد میں سیاست کو دین پر بالا رکھنے اور سیاسی اغراض کے لئے شریعت کی حدیں توڑ ڈالنے کی جو ابتداء ہوئی تھی ان کے اپنے نامزد کردہ جانشین یزید کے عہد میں بدترین نتائج تک پہنچ گئی ۔ اس کے زمانے میں تین ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے پوری دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کردیا۔

شہادت امام حسینؑ

پہلا واقعہ سیدنا حسینؓ کی شہادت کا ہے .... فرض کیجئے کہ حضرت حسینؓ یزید کے نقطہ نظر کے مطابق (معاذاللہ) برسربغاوت ہی تھے ، تب ہی کیا اسلام میں حکومت کے خلاف خروج کرنے والوں کے لئے کوئی قانون نہ تھا ؟ فقہ کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ قانون موجود ہے ۔ مثال کے طور پر ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر ، باب البغاۃ میں اس کو دیکھا جاسکتا ہے ۔ اس قانون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ساری کارروائی جو میدان کربلا سے کوفے اور دمشق کے درباروں تک کی گئی اس کا ایک ایک جز قطعاً حرام اور سخت ظلم تھا ۔ دمشق کے دربار میں جو کچھ یزید نے کیا اور کہا اس کے متعلق روایات مختلف ہیں لیکن ان سب روایتوں کو چھوڑ کر ہم یہی روایت صحیح مان لیتے ہیں کہ وہ حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے سر دیکھ کر آبدیدہ ہوگیا اور اس نے کہا کہ " میں حسینؓ کے قتل کے بغیر بھی تم لوگوں کی اطاعت سے راضی تھا ۔ اللہ کی لعنت ہو ابن زیادہ پر ، خدا کی قسم اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ کو (خاکم بدہن) معاف کردیتا اور یہ کہ خدا کی قسم اے حسینؓ ، میں تمہارے مقابلہ میں

ہوتا تو تمہیں قتل نہ کرتا" ۔ پھر بھی یہ سوال لازماً پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم پر اس نے اپنے سر پھرے گورنر کو کیا سزا دی ؟ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس نے ابن زیاد کو نہ کوئی سزا دی نہ اسے معزول کیا ، نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا ۔ اسلام تو خیر بدر جہا بلند چیز ہے یزید میں اگر انسانی شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کے بعد رسولؐ نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا ۔ اور اس کی حکومت نے انؐ کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا

واقعہ حرہ

" اسکے بعد دوسرا سخت المناک واقعہ جنگ حرہ کا تھا جو ۶۳ ہجری کے آخر اور خود یزید کی زندگی کے آخری ایام میں پیش آیا ۔ اس واقعہ کی مختصر روئیداد یہ ہے کہ اہل مدینہ نے یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم قرار دے کر اس کے خلاف بغاوت کر دی اس کے عامل کو شہر سے نکال دیا اور عبداللہ بن حنظلہؓ کو اپنا سربراہ بنالیا ۔ یزید کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ المری (جسے سلف صالحین مسرف بن عقبہ کہتے ہیں) ۱۲ ہزار فوج دے کر مدینہ پر چڑھائی کے لئے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ تین دن تک اہل شہر کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دیتے رہنا پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا ، اور جب فتح پالو تو تین دن کے لئے مدینہ کو فوج پر مباح کر دینا ۔ اس ہدایت پر فوج گئی جنگ ہوئی مدینہ فتح ہوا اور اس کے بعد یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لئے فوج کو اجازت دے دی گئی کہ شہر (مدینہ) میں جو کچھ چاہے کرے ۔ ان تین دنوں میں شہر کے اندر ہر طرف لوٹ مار کی گئی شہر کے باشندوں کا قتل عام کیا گیا ۔ امام زہری کی روایت کے مطابق سات سو معززین اور دس ہزار کے قریب عوام مارے گئے اور اور غضب یہ ہے کہ وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس گھس کر

بے دریغ عورتوں کی عصمت دری کی ۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حتی قیل انہ حبلت الف امراۃ فی تلک الایام من غیر زوج (کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں)

" بالفرض اہل مدینہ کی بغاوت ناجائز ہی تھی ، مگر کیا کسی باغی مسلمان آبادی ، بلکہ غیر مسلم باغیوں اور حربی کافروں کے ساتھ بھی اسلامی قانون کی رو سے یہ سلوک جائز تھا ؟ اور یہاں تو معاملہ کسی اور شہر کا نہیں خاص مدینتہ الرسولؐ کا تھا جس کے متعلق نبیؐ کے یہ ارشادات بخاری ، مسلم ، نسائی اور مسند احمد میں متعدد صحابہ سے منقول ہوئے ہیں ترجمہ " مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلائے گا " اور ترجمہ " جو شخص اہل مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے خوف زدہ کرے گا ۔ اس پر اللہ اور ملائیکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے ۔ قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی چیز اس گناہ کے فدیہ میں قبول نہ فرمائے گا " " حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ انہی احادیث کی بنیاد پر علماء کے ایک گروہ نے یزید پر لعنت کو جائز رکھا ہے اور ایک قول ان کی تائید میں امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ہے ، مگر ایک دوسرا گروہ صرف اس لئے اس سے منع کرتا ہے کہ کہیں اس طرح اس کے والد یا صحابہؓ میں سے کسی اور پر لعنت کرنے کا دروازہ نہ کھل جائے ۔ حضرت حسن بصریؒ کو ایک مرتبہ یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ جو بنی امیہ کے خلاف خروج کی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوتے تو کیا آپ اہل شام سے راضی ہیں ؟ ۔ جواب میں انہوں نے فرمایا " میں اور اہل شام سے راضی ہوں ! خدا ان کا ناس کرے ، کیا وہی نہیں ہیں جنہوں نے رسولؐ کے حرم کو حلال کرلیا اور تین دن تک اس کے باشندوں کا قتل عام کرتے پھرے ، اپنے نبطی اور قبطی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گزرنے کی چھوٹ دے دی اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی حرمت کی ہتک

کرنے سے نہ رکے ، پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے ، اس پر سنگ باری کی اور اس کو آگ لگائی ۔ ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ برا انجام دیکھیں ۔

" تیسرا واقعہ وہی جس کا حضرت حسن بصریؒ نے آخر میں ذکر کیا ہے ۔ مدینہ سے فارغ ہونے کے بعد وہی فوج جس نے رسولؐ کے حرم میں یہ اودھم مچایا تھا ، حضرت (ابن) زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ پر حملہ آور ہوئی اور اس نے منجنیق لگا کر خانہ پر سنگباری کی جس سے کعبہ کی دیوار شکستہ ہو گئی " (خلافت و ملوکیت مولانا مودودی ص ۱۷۹ تا ۱۸۴)

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ،

۶۰ ہجری میں یزید کی امارت قائم ہوئی اور ۶۴ ہجری میں ختم ہو گئی ۔ ان تین سال کچھ ماہ کی مختصر مدت میں اس امارۃ صبیان نے یزید کی زیر سرکردگی جو کارنامے انجام دیئے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ۶۱ ہجری میں فتنہ کربلا ظہور ہوا جس میں اہلبیتؑ رسولؐ برباد کیئے گئے ۔ حضرت حسینؑ بیکسی کے ساتھ مارے گئے اور خاندان نبوت کی بے حرمتی کی گئی ۔ پھر ۶۳ ھ میں فتنہ حرہ کا ظہور ہوا جس میں مدینہ کو مباح کر کے صحابہ ابناء صحابہ اور اہل مدینہ تباہ کیئے گئے ۔ ان کی جانیں آبروئیں تلف کی گئیں اور جو نہ ہونا تھا وہ ہوا ۔ پھر ۶۴ ہجری میں یوم مکہ کا ظہور ہوا جس میں بیت اللہ کی بے حرمتی کی گئی منجنیق لگایا گیا ۔ کعبہ کی دیواریں ہل گئیں ۔ غلاف کعبہ جلا اور حرام کو حلال کر دیا گیا چنانچہ مسلم میں یہ روایت تفصیل سے موجود ہے ۔ ظاہر ہے کہ مکہ مدینہ صحابہ اور عترت رسولؐ کے آگے رہ ہی کیا جاتا ہے کہ تباہ کاریوں کا سلسلہ میں اسے کوئی اہمیت دی جائے ۔ یہی چار چیزیں دین کی حسی اور معنوی بنیادیں تھیں جن پر دینی اجتماعیت کی بنیادیں قائم تھیں جب وہی ہل گئیں تو دینی خلافت کی عمارت کیسے کھڑی

رہ سکتی تھی وہ بھی گر گئی" (شہید کربلا اور یزید تصنیف حضرت مولانا محمد طیب مدظلہ ص ۱۲۳ ۔ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور ۱۹۷۶ء)

تاراجی مدینہ کے بعد یزیدی شامی افواج کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ (جسے ناصبی اصحاب رسولؐ اکرم میں شمار کرتے ہیں) کے خط کا ترجمہ جو اس نے فتح مدینہ کے بعد محرم ۶۳ ہجری میں تحریر کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلم بن عقبہ کی طرف سے یزید بن معاویہ امیر المومنین کی خدمت میں سلام عرض ہے ۔ اے امیرالمومنین میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی حفاظت اور کفالت کا والی ہے ، میں امیرالمومنین کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں دمشق سے چل کر جب وادی قریٰ میں پہنچا تو مروان بن حکم بھی ہم سے آملا جو دشمن کے خلاف میرے لئے مددگار ثابت ہوا اب ہم مدینہ پہنچے وہاں دیکھا کہ اہل مدینہ نے بہت سے خندق کھود رکھے ہیں اور وہیں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں اور خندقوں کے دروازوں پر مسلح آدمی متعین کردیئے ہیں ۔ ان خنادق میں اہل مدینہ نے اپنے مویشی اور دوسری ضروریات بھی رکھ لی تھیں ۔

ہم نے ان اہل مدینہ کو امیرالمومنین کے معاہدہ سے باخبر کیا لیکن انہوں نے انکار کردیا اس کے بعد ہم نے اپنے ساتھیوں کو منتشر کردیا ۔ حصین بن نمیر کو ذباب کے کنارے پر متعین کیا ۔ اور حبش بن دجلہ کو بنی سلمہ کے کنارہ پر متعین کیا اور عبداللہ بن مسعدہ کو بقیع الفرقد کے کنارہ پر متعین کیا اور میں امیرالمومنین کی طرف سے

باقی دوسرے قائدین کے ساتھ بنی حارثہ کے سربرآوردہ لوگوں کی طرف بڑھا
اور اپنے شہسواروں کو جب دن ہوا عبدالاشہل کے کنارہ پر داخل کیا ،
ایک ایسے راستہ سے جس کو اہل مدینہ کے ایک آدمی نے کھول دیا تھا اور
جس کی طرف امیرالمومنین کا کام کرنے کے لئے مروان بن حکم کو بلایا تھا
کسی شخص کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی ۔ دن کے کسی حصہ میں دشمن نے
مقابلہ نہیں کیا ۔ پھر ہم نے ظہر کی نماز ان کے قتل عام اور زبردست لوٹ
کھسوٹ کے بعد انہیں کی مسجد میں پڑھی ۔ ہم نے خوب تلواریں چلائیں اور
ان کے بڑے بڑے آدمیوں کو قتل کیا اور جو سامنے آیا قتل کرتا گیا یہاں
تک کہ شہر کو پاک و صاف کردیا اور ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے ۔
تین روز تک امیرالمومنین کی ہدایت کے مطابق خوب لوٹ کھسوٹ کی گئی
اور مظلوم شہید عثمان بن عفان کے مکان کو اپنی پناہ میں لے لیا گیا ۔

پس اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میرے دل کی پیاس کو بجھایا
اس طرح کہ پرانا اختلاف رکھنے والوں اور زبردست نفاق رکھنے والوں کو ہم
نے قتل کردیا اس خط کے لکھنے کے وقت میں سعید بن العاص کے مکان
میں بیماری کی حالت میں مقیم ہوں ۔ اب میں اپنے انجام و موت کا انتظار
کررہا ہوں ۔ آج کے بعد اگر میں مرجاؤں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے ۔ "

یہ خط ۶۳ ہجری محرم میں لکھا گیا ہے ۔ (یزید تاریخ کے آئینہ میں علامہ
ابوالبصر قدسی ۔ فیضان عثمانی پبلیشرز نوری کتب خانہ بازار داتہ گنج بخش لاہور
ص ۱۱۴)

مسلمانوں کی تاریخ کی عربی ، فارسی ، اردو اور انگریزی کی وہ کون سی کتاب ہے جس
میں جنگ جمل اور صفین کا تذکرہ نہ ہو جو بہت طولانی ہے تاہم یہاں صرف اہل سنت کے ایک
جید عالم کی تحریر کا اقتباس نقل کیا جارہا ہے ۔ قارئین کرام خود اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ولی و وصی
رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کے خلاف لڑی جانے والی ان جنگوں کی اہمیت اور حیثیت کیا ہے ۔
ناصبی ان جنگوں کو بھی کربلا اور حرہ کی طرح افسانہ قرار دے رہے ہیں تاکہ " الصحابہ کلھم
عدول " میں ہر کس و ناکس کو شریک کیا جاسکے "

جنگ جمل اور صفین

" ابن حجر نے جو کتاب خاص طور پر امیر معاویہ کے دفاع میں لکھی
اس میں بھی " الصحابہ کلھم عدول " سے آغاز کلام کرتے ہوئے یزید کی ولی
عہدی پر سخت تنقید کی اور یہاں تک لکھا کہ اگرچہ " امیر معاویہ کو اللہ اس
پر معاف فرمادے گا ، مگر انہوں نے امت کو تباہی سے دوچار کردیا اور جو
شخص اس معاملے میں ان کی پیروی کرے گا آگ میں جائے گا ! " امیر
معاویہ نے جو محاربہ و مقاتلہ حضرت علیؑ کے خلاف کیا اس پر عفو و توبہ کا
امکان بر بنائے حسن ظن اس کا وقوع تسلیم کرلینے کے باوجود یہ ایک

تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت علیؑ کے مخالفین و منازعین میں سے دوسرے افراد صحابہ کا اپنے فعل پر ندامت و رجوع جس قطعیت کے ساتھ ثابت ہے ، ویسا حضرت معاویہ سے ثابت و مذکور نہیں ہے ۔ حضرت عائشہؓ تو جنگ جمل کو یاد کرکے اتنا رویا کرتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی تر ہو جایا کرتی تھی ۔یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اس فرق کو واضح طور پر بیان کیا ہے ۔ مثال کے طور پر علامہ عبدالکریم شہرستانی " الملل والنحل " میں امام ابوالحسن اشعری کا قول یوں نقل فرماتے ہیں۔

قال لانقول فی عائشه وطلحه و الزبیر الاانهم رجعوا
عن الخطاء طلحته والزبیر من العشرة المبشرین
باالجنته ولا نقول فی معاویت و عمر و بن العاص الا
انهما بقیا علی الامام الحق

ترجمہ ۔ امام الاشعری کا قول ہے کہ ہم عائشہؓ ، طلحہ اور زبیر کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کرلیا اور طلحہ و زبیر عشرہ مبشرہ سے ہیں اور ہم معاویہ اور عمرو بن العاص کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ انہوں نے امام حق کے خلاف بغاوت کی ۔ " (الملل والنحل جلد اول صفحہ ۱۴۵ ۔ مکتبۃ الحسین ، قاہرہ ۱۳۸۲)

" اب یہاں امام ابوالحسن جس طرح ایک فریق کے رجوع کا ذکر کر رہے ہیں اور دوسرے کا نہیں کر رہے ، اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کا رجوع عن الخطا اس طرح ثابت نہیں ہے جس طرح حضرت عائشہؓ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کا ثابت ہے ؟ " (خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ملک غلام علی ۔ اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور ص ۳۱۸)

سورۂ فاتحہ کی درخواست ہے۔

۱۔ سید ابن حسن تقوی ابن سید فرزند حسن تقوی

۲۔ سیدہ قمقام فاطمہ سید معظم علی عابدی

۳۔ ڈاکٹر جعفر حسین رضوی ابن وارث حسین رضوی

۴۔ ڈاکٹر جاوید حسین رضوی ابن جعفر حسین رضوی

۵۔ سید محمود الحسن رضوی ابن سید منظور حسین رضوی

۶۔ سید ناظم حسین ابن سید آغا علی حسین

۷۔ سید ظلِ حسنین

۸۔ سید ظہیر حیدر کاظمی ابن سید ناظم حسین کاظمی

۹۔ ڈاکٹر سید محمد حسن اوسط ابن سید علی اوسط

۱۰۔ سید کرار حسین جعفری ابن مرتضیٰ حسین جعفری